हिन्दुस्तानी एकेडेमी, पुस्तकालय
इलाहाबाद

वर्ग संख्या..............................

पुस्तक संख्या..............................

क्रम संख्या..........1165..............

3093
26-1-32

سلسلۂ آصفیہ

مثنوی

بحر المحبت

مؤلفۂ

شیخ مصحفی

بہ تصحیح و تحشیہ و اضافۂ مقدمہ و تبصرہ و فرہنگ

از

عبدالماجد بی اے

طبع ثانی

باہتمام مسعود علی ندوی

مطبع معارف اعظم گڈھ میں چھپی

سنہ ۱۳۴۶ھ

KITABISTAN
Booksellers & Publishers
Allahabad.

Rs 50 Paise

فہرست مضامین

"ک" کی طرح ایک ہی مرکز سے لکھنا، دو علیحدہ لفظوں کو ایک میں ملا کر لکھنا (مثلاً "حق مین" کے بجائے "حقمین") وقس علیٰ ہذا،

املا میں متعدد فاحش غلطیاں موجود ہیں، مثلاً "مثنوی" کے بجائے "مسنوی"، "صعود" کے بجائے "صعدہ"، "پدید" کے بجائے "برید"، "چرخ" کے بجائے "جرخ" وغیرہ،

عنوان پر کتاب کے محض نام کے بجائے یہ الفاظ درج ہیں:-

"مثنوی بحر المحبت مصحفی بہ جواب دریائے عشق میر تقی"

خاتمہ پر یہ عبارت تحریر ہے :-

"مثنوی در جواب دریائے عشق میر محمد تقی صاحب سلمہٗ - من کلام میاں مصحفی صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ - نوشتہ عاجز خاکسار گنہگار مہر علی بیگ بہ وقت سہ پہر بروز پنجشنبہ بہ تاریخ بست و ہشتم تمام شد سنہ ۱۲۲۵ ہجری،

نوشتہ بماند سیہ بر سفید | نویسندہ را نیست فردا امید
ہر کہ خواند طمع دعا دارم | زانکہ من بندۂ گنہگارم"

سنہ کے اعداد کی کتابت ذرا مشتبہ معلوم ہوتی ہے، یعنی شبہہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی دوسرے شخص نے انھیں لکھ دیا ہے، لیکن میر تقی کے نام کے ساتھ "سلمہٗ" لگا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت کتابت وہ زندہ تھے، اور سنہ ۱۲۲۵ھ تک ان کا زندہ رہنا مسلّم، اسلیے یہ شبہہ

زیادہ قوی نہین رہتا۔ سنہ و تاریخ کے اندراج کے ساتھ مہینہ کا ذکر نہ ہونا بھی ذرا کھٹکتی ہوئی بات ہے۔ سال کتابت ۱۲۲۵ھ اگر صحیح ہے، تو یہ ثابت ہے کہ مصحفی نے بحر المحبت میر صاحب کی زندگی ہی مین کہہ ڈالی تھی،

بہ حیثیت مجموعی، میرا نسخہ اس نسخہ سے صحیح تر ہے، اسلیے جہان دونون نسخون مین اختلاف ہوا ہے، زیادہ تر مین نے اپنے ہی نسخہ کو قابل اعتماد سمجھا ہے۔ تاہم ہر جگہ ایسا نہین کیا ہے بعض بعض مقامات پر اس دوسرے نسخہ کی کتابت کو کھلی ہوئی ترجیح تھی، اور وہان اسی کو اختیار کر لیا ہے، دو چار مقام ایسے بھی آتے ہین، جہان میرے نزدیک دونون نسخون کی کتابت غلط ہے، وہان اپنے قیاس سے صحیح لفظ کو متن مین جگہ دیکر حاشیۂ ذیل مین اسکا اظہار کر دیا ہے،

اپنے نسخہ کا نام مینے نسخۂ الف رکھا ہے، اور اس دوسرے نسخہ کو نسخۂ ب سے موسوم کیا ہے چنانچہ حواشی ذیل مین الف و ب کے حوالہ کثرت سے ملینگے، خود مین نے اپنے قیاس سے جو الفاظ درج کئے ہین، انھین حرف م سے ظاہر کیا ہے، جو مرتب کا مخفف ہے، ب مین تعداد اشعار بہ مقابلہ الف کے بقدر ۲۰ کے کم ہے، اور صرف ایک شعر ایسا ہے جو الف مین موجود نہ تھا، اس شعر کو بھی اس اڈیشن مین داخل کر لیا گیا ہے، یہ ایک عجیب بات ہے، کہ جن اشعار مین میر کی فضیلت و حق تقدم کا اعتراف ہے، وہ ب مین یکسر غائب ہین، اور ایک شعر (نمبرا) جو اس مضمون کا ملتا بھی ہے، تو اس مین میر کا

نام ہی مسخ ہو گیا ہے اور پہلا مصرعہ بجاے

"گرچہ ہے کلک تیر نادر کار"

کے یوں درج ہے :-

گرچہ ہے کلک مرد نادرہ کار

اس ایڈیشن میں، حواشی ذیلی میں صرف قرأتوں کے اختلاف کو دکھایا گیا ہے، باقی زبان وغیرہ سے متعلق جو دوسرے ضروری حواشی تھے، انھیں الگ بطور فرہنگ آخر میں شامل کر دیا گیا ہے، الہ آباد یونیورسٹی، بمبئی یونیورسٹی، محکمۂ تعلیمات یو پی اور جن دوسرے تعلیمی اداروں نے اس رسالہ کی سرپرستی، و قدر افزائی فرمائی تھی، کیا عجب ہے کہ اس نئے ایڈیشن کو، پہلے ایڈیشن کے مقابلہ میں بہت زیادہ مفید پائیں،

عبدالماجد

اکتوبر ۱۹۲۶ء

دریاباد، بارہ بنکی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع اوّل

مصحفی کی مثنوی بحرالمحبت میرے علم مین آج بالکل پہلی بار کتاب کی صورت مین لباسِ طبع سے آراستہ ہوکر دنیا کے سامنے پیش ہورہی ہے، اس کا کوئی دوسرا قلمی نسخہ جہانتک مین اپنے باخبر احباب اور ہندوستان کے مختلف کتبخانون سے دریافت کرسکا، اور کہین موجود نہین، جس قلمی نسخہ کے مطابق یہ کتاب طبع کیجارہی ہے، میرے ذاتی کتب خانہ کا نسخہ ہے، اس قسم کی کتابین جب چھپنے لگتی ہین، تو مختلف نسخون سے مقابلہ کرکے ان کی صحت کرلیجاتی ہے، افسوس ہے کہ اس مثنوی کا کوئی دوسرا نسخہ دستیاب نہ ہوسکا، اس لئے قدرؔ متعدد مقامات کی صحت مشتبہ رہ گئی، اس مثنوی کی تصنیف کو ایک صدی سے زائد عرصہ ہوچکا ہے، اسلیے کہ پورے سو برس مصحفی کی وفات کو ہوچکے ہین قلمی نسخہ پر سالِ کتابت سنہ ۱۲۳۳ھ درج ہے، اس سے چند سال قبل میر تقی میر نے ایک مثنوی دریاے عشق کے نام سے کہی تھی

مصحفی نے اس نمونہ کو سامنے رکھکر بحر سخن مین غواصی کی، اور اسکا نام بحر المحبت رکھا،

جو قلمی نسخہ پیش نظر ہے، چھوٹی تقطیع کے قدیم دبیز کاغذ پر تحریر ہے، کاغذ کو اکثر مقامات پر کیڑے کھا گئے ہین، چنانچہ کہین کہین اسقدر کرم خوردہ ہوگیا ہے کہ الفاظ بلکہ مسلم فقرے غائب ہوگئے ہین، کاتب کوئی صاحب طاہر الزمان نامی ہین، آغاز کتاب مین یہ عبارت درج ہے،

"مثنوی میان مصحفی سلمہ کہ بر طبق مضمون مثنوی دریاے عشق کہ از میر تقی مرحوم است گفتہ اند"

خاتمہ پر عبارت ذیل درج ہے،

"نوشتہ بماند سیاہ بر سفید   نویسندہ را نیست فردا امید"

تمت تمام شد مثنوی بحر المحبت میان مصحفی ساکن لکھنؤ،

بخط محمد طاہر الزمان عفی اللہ عنہ بتاریخ ہشتم ماہ ج الثانی سنہ ۱۲۴۱ھ باتمام رسید در دوشنبہ یوم"

کاتب صاحب بہت ہی کم استعداد معلوم ہوتے ہین، املا و کتابت کی موٹی اور فاحش غلطیان کی ہین، مثنوی کو ہر جگہ "سنوی" لکھا ہے، مرقع کو "مرقہ"، لکھتے ہین تہیہ کو "تحیہ" "خواص" کو "ہواس" "کہار" کو "قہار" "ذرا" کو "ذرہ"، "کوہ غم" کو "کوہے غم" وقس علی ہذا،

اس کے علاوہ بعض الفاظ کے لیے کاتب صاحب اپنا ایک مخصوص طرز املا رکھتے ہین، جسکی مثالین اُس زمانہ کی طرز کتابت مین عموماً ملتی ہین، مثلاً ان کے "ک" "گ" مین کوئی فرق نہین ہوتا، "گ" کو وہ ایک ہی مرکز دیتے ہین، "تو" کو "تون" لکھتے ہین، "نے"

کو "نین" آ "کو" ا" وقس علی ہذا،

سّو برس کے عرصہ مین زبان مین جو تغیرات ہوگئے ہین وہ اہل نظر پہ مخفی نہین اسلیے کتاب پر حواشی دینے ضروری تھے لیکن مقابلہ کے لیے کسی دوسرے نسخہ کا موجود نہ ہونا کاتب نسخہ کی بدخطی، املا کی بہ کثرت غلطیان، اور پھر کتاب کا جابجا کرم خوردہ ہونا، ایسی حالت مین یہ کام انجام دینا جسقدر دشوار تھا، اسکا اندازہ وہی حضرات کرسکتے ہین جنھین خود کبھی اس قسم کے کام انجام دینے کا اتفاق ہوا ہے،

ارباب ذوق سے مشورہ حاصل کرنے کی غرض سے مین نے یہ مثنوی اکتوبر ۱۹۲۱ء کے سہ ماہی رسالہ اردو مین شائع کردی تھی، اس موقع پر مسرت و ممنونیت کے ساتھ اسکا اظہار کرتا ہون، کہ حضرات ذیل کے مشورون سے خاص طور پر مستفید ہوا، مولوی سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی، مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی، مولوی عبدالسلام صاحب ندوی، مولوی عبدالباری صاحب ندوی اور مولوی عبدالحق صاحب بی، اے، ایڈیٹر اردو،

عبدالماجد

دریاباد (بارہ بنکی)

۱۵ اکتوبر ۱۹۲۲ء

مقدمہ

تذکرۂ مصحفی

نام شیخ غلام ہمدانی تھا، والد کا نام شیخ ولی محمد تھا، وطن امروہہ (ضلع مراد آباد) تھا، نوعمری میں دلّی آ گئے یہیں طالب علمی کی، علمی و ادبی صحبتوں میں رسائی حاصل کی طبیعت موزون پائی تھی، رفتہ رفتہ شعر کہنے لگے تخلص مصحفی اختیار کیا،

مولد و وطن دہلی نہ تھا، لیکن دلّی سے انتساب زبان دانوں کے لیے ہمیشہ باعث فخر رہا ہے، شیخ صاحب نے بھی چونکہ سکونت یہیں اختیار کر لی تھی اس لیے اشعار مین فخریہ جابجا دہلی کو اپنا وطن قرار دیا ہے، مثلاً ؎

دہلی کہے ہین جسکو زمانہ مین مصحفی
مین رہنے والا ہون اسی اُجڑے دیار کا

علمی قابلیت زیادہ نہ تھی، تاہم بہ قول صاحب آب حیات "زبان فارسی اور ضروریات شعری سے باخبر تھے، اور نظم و نثر کی کتابون کو اچھی طرح دیکھ کر معلومات وسیع اور نظر بلند حاصل کی تھی" اپنے خود نوشت تذکرہ مین ضمناً تحریر فرماتے ہین،

"از آغاز شباب بہ مقتضائے موزونی مصروف تحصیل علم بود چنانچہ بہ فیض صحبت بزرگان اوّل از تکمیل نظم و نثر زبان فارسی و تحقیق محاورہ و اصطلاحات آن فراغت کردہ بہ مقتضائے رواج زمانہ آخر کار خود را مصروف ریختہ گوئی داشتہ"[1]

اس عبارت سے بھی یہی نکلتا ہے، کہ فارسی زبان و انشا، کی استعداد پوری تھی، شاگرد کس کے تھے۔؟ اس تذکرے سے تمام تذکرے خاموش ہین۔ البتہ سراپائے سخن مین، جو ۱۲۷۱ء کی تالیف ہے، ان کے نام کے ساتھ "شاگرد میان امانی" درج ہے[2]

آبا و اجداد حکومت وقت کے اعلیٰ مناصب پر سرافراز تھے، اور خوشحالی سے بسر کرتے تھے زوالِ سلطنت کیساتھ ان کی خانگی سلطنت کا بھی شیرازہ منتشر ہوگیا، بزرگون کی فارغ البالی ان کے حصہ مین نہ آئی، اپنے تذکرہ مین خود فرماتے ہین،

"بزرگانش اباعن جد مذکری خانہ بادشاہ کردہ اند از آیا ئے کہ تفرقہ شدیدے راہ یافتہ سلطنت این روسیاہ ہم بہ خاک سیاہ برابر شدہ، ہمہ از تمتع دنیا بہرہ وافی داشتند این فقیر چون بخت و طالع آنہا نداشت"[3]

دہلی مین آکر بارہ برس تک مقیم رہے، معاش کی طرف سے سخت پریشانی رہی جسمین ایک حد تک خود ان کے استغنا کو بھی دخل تھا۔ فرماتے ہین:

---

[1] تذکرۃ الشعرا از شیخ مصحفی قلمی مخزونہ کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ ص۲۰ [2] سراپا سخن سید محسن علی محسن لکھنوی ۱۲۹۱ مطبوعہ نولکشور ص۳ [3] تذکرہ ص۶

"دو از دہ سال در شاہجہان آباد... بہ گوشۂ عزلت خزیدہ..... و ہرگز برائے تلاش معاش درآن حشر اجساد اموات بہ در کس نرفتہ"

آخر کب تک برداشت کرتے، لکھنؤ اُس وقت آصف الدولہ کا لکھنؤ تھا، اور اسکا دربار اہلِ کمال کا مرجع، شاعروں میں میر تقی میر، میرزا رفیع سودا، میر حسن، سید انشاء اللہ خان انشا، اس بزم کی زیب و زینت تھے، مصحفی نے بھی اسی چمن کو اپنے نشیمن کے لیے انتخاب کیا، دلی سے لکھنؤ وارد ہوئے، ابتداءً میرزا سلیمان شکوہ کی سرکار مین متوسل ہوئے، اس شعر مین اسی توسل کیجانب اشارہ ہے ؎

تخت طاؤس پہ جب ہوئے سلیمان کا جلوس
مورچھل ہاتھ مین مین بال ہما کا لے لون

رفتہ رفتہ دربار شاہی مین بھی رسائی ہوگئی،

لکھنؤ وارد ہونے کا زمانہ تیرہوین صدی ہجری کا آغاز تھا، ایک معاصر تذکرہ نویس میرزا علی لطف لکھتے ہین:-

"بالفعل کہ بارہ سو پندرہ ہجری ہین (مصحفی) ایک چودہ برس سے اوقات لکھنؤ مین بسر کرتا ہے"

نواب آصف الدولہ کا زمانہ ۱۱۸۸ھ تا ۱۲۱۲ھ ہے (۱۷۷۵ء تا ۱۷۹۷ء) تذکرہ گلشن ہند (شائع کردہ انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن) ص ۱۶۶

دلّی کی پریشان حالی نے یہان بھی ساتھ نہ چھوڑا، ساری عمر لکھنؤ مین گذاری، صدہا

شاگرد بنائے، جنمین بعض عالی ہمّت امرا، و رؤسا بھی تھے، دربار شاہی مین رسائی ہوئی

باانیہمہ فلاکت نے رفاقت نہ چھوڑی، تذکرہ گلشن ہند مین ایک ہمعصر کا بیان ہے،

"ضیق معاش تو وہان مدت سے نصیب اہل کمال ہے

اسی طور پر درہم برہم اس غریب کا بھی احوال ہے" (صفحہ ۱۹۶)

احتیاج نے بالآخر شعر فروشی پر مجبور کر دیا، ہر مشاعرہ کے لیے متعدد غزلین کہتے، گو

آتے، اور ۸ / رسے ۱۰ / روپیا اس سے زاید قیمت دیکر انتخاب کرے جاتے، جو کچھ بچ رہتا، وہ

خود اپنے لیے رکھتے، عموماً یہی غزلین ہین، جو ان کے دواوین مین لکھی چلی آئی ہین، صاحب

آب حیات کی روایت ہے، کہ ایک مشاعرہ مین جب شعرون پر بالکل تعریف نہ ہوئی

تو انھون نے تنگ ہو کر غزل زمین پر دے ماری اور کہا کہ ردے فلاکت سیاہ جسکی

بدولت کلام کی یہ نوبت پہنچی ہے کہ اب کوئی سنتا بھی نہین، اس بات کا چرچا ہوا تو یہ عقدہ

کھلا کہ ان کی غزلین بکتی ہین، اچھے اچھے شعر تو لوگ مول لیجاتے ہین، جو رہجاتے ہین وہ انکے

حصّہ مین آتے ہین[1]،

کثرتِ تلامذہ کے لحاظ سے مصحفی کو استاد الاساتذہ کہنا چاہیئے، جس کثرت سے انکے

---

[1] آب حیات، مولوی محمد حسین آزاد صفحہ ۳۰۳

شاگرد تھے، ولی سے لیکر آج تک شاید ہی کسی دوسرے شاعر کو نصیب ہوئے ہون اور شاگرد بھی اس پایہ کے کہ تھے جو آگے چلکر خود صاحب دیوان و استاد مسلم قرار دیئے گئے مثلاً آتش، اسیر، میر خلیق، شہیدی، ہوس، تنہا، عیشی وغیرہ آب حیات کی ایک ضعیف روایت کے مطابق ناسخ نے بھی ان سے اصلاح لی تھی،[۵]

لکھنؤ کے قیام مین سالہا سال سید انشار سے معرکہ آرائی ہوتی رہی، انشار کی طبیعت برجستگی، حاضر جوابی، شوخی و ظرافت کا مجسمہ تھی، مصحفی کی متانت ان کی چٹکیون اور گدگدیون کا جو مخالف کو رُلا رُلا دیتی تھین، مقابلہ نہین کرسکتی تھی، تاہم اس کمی کی تلافی ان کی مشاقی، قادر الکلامی، و وسعتِ معلومات کر دیتی تھی، ان معرکہ آرائیون کی دلچسپ روئداد کو آب حیات کے ایک جام نے طویل زندگی بخش دی ہے،

مرزا سلیمان شکوہ، ابتدا مصحفی کے خاص سرپرست تھے، اور اپنے کلام پر اصلاح بھی لیا کرتے تھے، بالآخر سید انشار کی اداؤن پر وہ بھی مفتون ہوگئے، اور اپنا کلام انھین کو دکھانے لگے، اس سے بھی بڑھکر یہ ستم کیا کہ مصحفی کا ماہواری وظیفہ پچیس[۲۵] سے گھٹا کر پانچ کر دیا، شیخ صاحب کو عسرت اب زیادہ ستانے لگی، ایک مفصل شکایت نامہ لکھا، دو شعر یہ ہین، ؎

اے وائے کہ پچیس سے اب پانچ ہین اپنے | ہم بھی تھے کبھین روزون تین پچیس کے لائق

[۵] آب حیات مولوی محمد حسین آزاد، ص ۳۳۲،

استاد کا کرتے ہین امیر اُنکی مقرر　　　ہوتا ہے جو دراہہ کہ سائیس کے لائق

کچھ روز کے بعد جب بات زیادہ بڑھی، فریقین ایک دوسرے کی عزت کے درپے ہوگئے، سلیمان شکوہ نے اب علانیہ سید انشا کا ساتھ دینا شروع کیا، ایک مرتبہ ایک سوانگ جو شیخ مصحفی کے فریق نے تیار کیا تھا اِسے کوتوال سے کہکر رُکوا دیا، ضعیف و بدنصیب استاد اس توہین کی تاب نہ لا سکا، خمیدہ پشت پیشتر سے تھا، اب دل شکستہ بھی ہوگیا، اور ترک سکونت لکھنؤ کا قصد کرلیا، یاس و دل شکستگی کا یہ رنگ کلام مین بھی جھلکتا ہے، ایک غزل کے مطلع و مقطع مین بھی نوحہ ہی ہے،

جاتا ہون تیرے در سے کہ توقیر نہین یان　　　کچھ اس کے سوا اب میری تدبیر نہین یان

اے مصحفی بے لطف ہے اس شہر مین رہنا　　　سچ ہے کہ کچھ انسان کی توقیر نہین یان

لیکن لکھنؤ سے باہر نکلنا مقدر مین نہ تھا، ۱۲۴۰ھ مین وہین فوت ہوئے، سالِ ولادت کی پوری تحقیق نہین بعض اہل تذکرہ ۱۱۶۴ھ لکھتے ہین، اس حساب سے ۷۶ سال کی عمر پائی،

تصانیفِ ذیل اُنکی یادگار ہین،

آٹھ دیوان اُردو،

ایک - دیوانِ فارسی،

ایک - تذکرہ فارسی،

لیکن یہ تمام چیزین اب تقریباً نایاب ہین مکمل دواوین تو شاید کہین بھی موجود نہ ہون ایک تذکرہ کتب خانۂ ندوۃ العلما مین ہے، بعض دواوین کتب خانۂ حسرت موہانی مین ہین کچھ عرصہ ہوا ایک انتخاب دواوین، حسرت نے شائع کیا ہے، اور مولوی حکیم عبدالحیٔ مرحوم صاحب گل رعنا نے لکھا ہے، کہ ان کے دواوین کا ایک خلاصہ اسیر و امیر نے اپنی تصحیح کیساتھ، نواب کلب علیخان مرحوم (والیٔ رامپور) کے حکم سے کیا تھا، جو اس وقت چھپ بھی گیا تھا،

ان کے باکمال و استادِ فن ہونے پر شروع سے اب تک تمام تذکرہ نویس و نقادانِ سخن متفق رہے ہین، بلکہ بعض نے تو اُن کی مدح مین غلو سے کام لیا ہے، چند اقتباسات قابلِ ملاحظہ ہین،

ایک معاصر، مرزا علی لطف، صاحب گلشن ہند کا بیان ہے :۔ "اپنی قوم کا اشرف ہے، سچ تو یہ ہے کہ گفتگو اسکی بہت صاف صاف ہے، بندشِ نظم مین اسکی ایک صفائی اور شیرینی ہے، اور معنی بندش مین اسکی بلندی اور رنگینی "؎۵

نواب مصطفٰے خان شیفتہ و حسرتی جن کی سخن سنجی و نکتہ رسی کی داد مرزا غالب تک

؎۵ گلشن ہند، صفحہ ۱۶۵-۱۶۶ (شائع کردہ انجمن ترقی اردو، سنہ ۱۹۰۶ء)

دیتے تھے، فرماتے ہین،

" دربلاد مشرق بسیار مسلّم و در استادی علم بوده، و اکثر سخنوران آن بلدان اکتساب فن ازو کرده اند، ہرچند بہ تقاضای شیوۂ بسیار گویان اکثر کلامش بہ کم پایہ و از لطائف خالی ست اما گزیدہ اشعار او در نہایت رتبت و الا مرتبت عالی ست[۹] "

ایک اور سخن فہم تذکرہ نویس کا خیال ہے :-

" دربلاد مشرق مسلّم الثبوت بود، و در اُستادی وے سخن نیست، بر جمیع اصناف سخن قدرتے داشت تمام[۱۰] "

دور حاضر کے ایک مستند سخن سنج مولوی فضل الحسن حسرت موہانی کی رائے ہے،

" میر تقی کے رنگ مین مصحفی، میر حسن کے ہم پلہ، سودا کے انداز مین انشا کے ہم پایہ اور جعفر علی حسرت کی طرز مین جرأت کے ہمنوا ہین، لیکن بہ حیثیت مجموعی ان سب ہمعصرون سے بہ اعتبار کمال فن سخندانی و مشاقی برتر ہین، اور یہین سے ہے، کہ راقم کی نگاہ مین، میر اور مرزا کے بعد اور کوئی اُستاد ان کے مقابلہ مین نہین جچتا[۱۱] "

مولوی حکیم خبدی مرحوم، جنکے سے صحیح ناقدِ سخن اب عنقا ہین، کتنی صحیح اور جنچی تُلی رائے دیتے ہین

[۹] گلشن بیخار، شیفتہ ص۱۷۸ از نولکشور لکھنؤ ۱۹۱۰ء ۱۳۲۹ھ [۱۰] تذکرہ طور کلیم نواب نور الحسن خان، ص۹۱

[۱۱] رسالہ اردوئے معلّی جلد ۲ نمبر ۷ (بابتہ جون ۱۹۰۶ء)

"ان کی ہمہ گیر طبیعت نے کسی خاص رنگ پر قناعت نہین کی انکے کلام مین کہین میر و درد کہین سودا کا انداز کہین سوز کی سادگی اور جہان کہین انکی کہنہ مشقی اور استادی اپنے پیشرو اساتذہ کی خوبیون کو یکجا کر دیتی ہے، وہان وہ اردو شاعری کے بہترین نمونہ قرار دیئے جا سکتے ہین، اس مجموعی حیثیت سے بہ قول حسرت موہانی میر و مرزا کے بعد کوئی استاد ان کے مقابلہ مین نہین پہنچتا اور یہ اپنے ہمعصرون مین سب سے برتر اور سب سے فائق نظر آتے ہین[12]"،

شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد نے جو رائے ان کے کلام کی بابت ظاہر کی ہے وہ اس درجہ منصفانہ و محققانہ ہے کہ ذیل مین اسکا ایک طویل اقتباس درج کیا جاتا ہے،

"دیوان انکی استادی کو مسلم الثبوت کرتے ہین، انواع و اقسام کی صدہا غزلین ہین جو غزلین نہایت سنگلاخ زمینون مین لکھی ہین، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کثرت مشق سے کلام پر قدرت کامل پائی ہے، الفاظ کو پس و پیش اور مضمون کو کم و بیش کر کے اس درو بست کے ساتھ شعر مین کھپایا ہے، کہ جو حق اُستادی کا ہے، ادا ہو گیا ہے، ساتھ اسکے اصل محاورہ کو بھی ہاتھ سے نہین جانے دیتے طبیعت روان تھی، پُرگوئی کے سبب سے وہ لطف کلام مین نہ پیدا ہوا، غزلون مین سب رنگ کے شعر ہوتے تھے، کسی طرز خاص کی خصوصیت نہین، بعض تو صفائی اور برجستگی مین لاجواب ہین، بعض مین یہی معمولی باتین ہین،

[12] گل رعنا، مؤلفہ مولوی حکیم عبدالحی صـ۲۲۰ (مطبع معارف، اعظم گڈھ ۱۳۴۳ھ)

جنھین ڈھیلی ڈھالی بندشون مین باندھکر پھسپھسا بنا کہتے چلے گئے ہین،

غرض شعر کی ہر شاخ کو لیا ہے، اور جو قواعد و ضوابط اس کے پرانے اُستادون نے باندھے ہین، اُن کا حق حرف بحرف پورا ادا کیا ہے۔ ہان اپنے ہمعصرون کی طرح طبیعت مین چلبلاہٹ اور بات مین شوخی نہین پائی جاتی، کہ یہ کچھ اپنے اختیار مین نہین خداداد بات ہے[1]۔

راقم سطور کے نزدیک آزاد مغفور کی رائے حرف بحرف صحیح ہے، مصحفی مین زبان دانی، مشاقی و پختگیِ کلام کے اوصاف بہ وجہ اتم موجود تھے، لیکن طبیعت شاعرانہ نہین پائی تھی، قواعدِ فن کے لحاظ سے ہر شعر کانٹے کی تول تلا ہوتا تھا، لیکن درد و گداز، جوش و خروش، نزاکت و لطافت تخیل، برجستگی و بیساختگی کے جوہر عطیۂ فطرت ہوتے ہین، مشاقی و پرگوئی، کسب و اکتساب سے اس محرومی کی تلافی نہین ہو سکتی، بہ حیثیت مجموعی ان کا نام اساتذہ شعرائے اردو کی فہرست مین عرصۂ دراز تک زندہ رہے گا،

ذیل مین ان کے بلند و پست ہر قسم کے اشعار کا ایک مختصر انتخاب دیا جاتا ہے، جس سے ان کے رنگ تغزل و مثنوی گوئی کا کسی قدر اندازہ ہو سکے گا، قصائد کا رنگ بھی غزلیات ہی سے ملتا جلتا ہوا ہے، یعنی شکوہِ الفاظ، بلندیِ مضامین، صحتِ تراکیب مین کلام نہین، لیکن ساتھ ہی بندش کا ڈھیلا پن اور کلام کی بے تاثیری بھی موجود ہے،

---

[1] آبِ حیات ص ۲۹۷-۲۹۹،

رعایت لفظی بیجا | بس آئینہ رو ہے طفل حجام — نہین بن دیکھے اُسکے دلکو آرام

ملا جب آئینہ کو ایسا نائی — بنائی چار ابرو کی صفائی

نہ کھینچے نامۂ مو اس کی تمثال — کہ ہے وہ عاشقون کے ناک کا بال

آگیا خط پہ سر مو نہ گیا ناز ہنوز — ہے اسی ڈھب پہ نگاہ غلط انداز ہنوز

سبز پوشی کا تیری دیکھ کے جلوہ شب عید — شمع مومی سے جلی سرو چمن کی بتی

پھول جھڑتے ہین منہ اسکے سے ہزارون مجھکو — گالیان گر کبھی وہ غنچہ دہان دیتا ہے

سلاست و صفائی بیان | درد و غم کو بھی ہے نصیبہ شرط — یہ بھی قسمت سوا نہین ملتا

نوٹ: شاعر غریب ہر زمانہ کے مذاق کو اپنا متبع کیونکر رکھ سکتا ہے، آج جو اشعار قابل مضحکہ سمجھے جائینگے، سو برس ادھر انھین کو لکھنؤ مین شاعری کی جان سمجھا جاتا تھا۔

کہتے ہو ایک آدھ کی ہے میرے ہاتھ موت ہم بھی سمجھتے ہیں، یہ سناتے ہو ہمکو کیا

نہ کہیں صبح ہی ہوتی ہے نہ خواب آتا ہے رات کیا آئی ہے اک مجھ پہ عذاب آتا ہے

ہائے کعبہ سے پھرا اب تک نہ ہرگز مصحفی اسکو واں کیا جانے کس کس سے محبت ہو گئی

پردۂ خاک میں سو سوئے ہیں جا کر افسوس پردۂ رخ یہ کیا کیا مہ تابان لیکر

معاملہ بندی میں عجب رسم دیکھی مجھے روز عید قربان وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

آنکھ سیدھی نہیں کرتے کہ مقابل ہو نگاہ آرسی ناز سے وہ دیکھتے شرمائے ہوئے

کیا خطا مجھ سے ہوئی رات کہ اس کافر کا میں نے خود چھوڑ دیا ہاتھ میں داماں لیکر

تب ہو عاشق کی شب وصل تسلی اے گل صرف بوسہ ہو جب گل دہن سرخ ترا

چین سے کیونکہ میں سوؤں کہ شب وصل مجھے — یاد آتا ہے وہ راتوں کا جگانا تیرا

پاؤں پر پاؤں جو سوتے میں کہا شب اسکے — کیا کڑے اوسکے الجھ کر کے لڑے پاؤں کے

لطف مضمون تھا آپ ہی دیوان مرا نامۂ اعمال — کاہے کو فرشتوں نے لکھا نامۂ اعمال

کیا یار کے دامن کی خبر پوچھتے ہو ہم سے — یاں ہاتھ سے اپنا ہی گریباں گیا تھا

تو دیکھے تو اک نظر بہت ہے — الفت تیری اس قدر بہت ہے

وعدۂ قتل سے رکھتا ہوں دل اپنے کو میں شاد — کہ اسی وعدہ میں اک وعدۂ دیدار بھی ہے

وہ بھی ہیں نازاں کہ مرا رعب تو دیکھو — میں خوش کہ خیال نگہ دور کئے ہے

تھا اگر روز قیامت تو بھی ہم شاداں رہے — وہ جو اک دن اوسکے ملنے کا مقرر ہو گیا

روزمرہ | تیرے کوچہ ہر بہانہ مجھے دن سے رات کرنا | کبھی اِن سے بات کرنا کبھی اُنسے بات کرنا

غم کھاتا ہون جتنا مری نیت نہین بھرتی | کیا غم ہے مزہ کا کہ طبیعت نہین بھرتی

صبح کی شام ہوئی شام کی پھر رات ہوئی | یہی وعدہ ہین تو کب اونسے ملاقات ہوئی

آہ نکلی تو دل سے ہے لیکن | آہ کیا جی جلا کے نکلی ہے

پھر چاندنی کا لطف ہوا اور بھی دوچند | اک چاندنی بھی جبکہ شب ماہ کھنچ گئی
شب مصحفی سے دیکھ کے تجھکو کھنچا ہوا | ابرو بھی تیری اے بت گمراہ کھنچ گئی

تعلی | اور بھی لکھکر سنا دیوے تو اچھی سی غزل | تازہ معنی کا تو آخر مصحفی خلاق ہے

کچھ مین جرأت نہین ہون مصحفی سحر بیان | میر و مرزا سے لڑانے یہ غزل جاؤنگا

…ہین ارسطو و فلاطون مرے آگے	دعویٰ نہین کرتا کوئی موزون مرے آگے

…ھے ہوئے ہاتھون کو بہ اُمید اجابت	رہتے ہین کھڑے سیکڑون مضمون مرے آگے

…خوشہ ربا ہین مرے خرمن کے جہان ہین	کیا شعر پڑھیگا کوئی موزون مرے آگے

…دہون ہین مصحفی حکمت کے بھی فن مین	ہے کودک نو درس فلاطون مرے آگے

… کہین کہین صوفیانہ رنگ کے بھی اشعار کہے ہین، اور حق یہ ہے کہ جب کہتے ہین تو …ب کہتے ہین، ایک غزل کے چند شعر ملاحظہ ہون،

…ق ہون یا خالق مخلوق نما ہون	معلوم نہین مجھکو کہ مین کون ہون کیا ہون

…ن شاہد تنزیہ کے رخسار کا پردہ	یا خود ہی مین شاہد ہون کہ پردہ مین چھپا ہون

…ں کو مری ہستی عالم نہ سمجھنا	ہون ہست تو پر ہستی عالم سے جدا ہون

…ہے کہ مجھ پر مرا عقدہ نہین کھلتا	ہر چند کہ خود عقدہ و خود عقدہ کشا ہون

…ے مصحفی شانین ہین مری جلوہ گری مین	ہر رنگ مین ہین مظہر آثار خدا ہون

…ر غزلون کا سلسلہ انتخاب

…دل مین تیرے ملنے کا ارمان رہگیا	یہ دل تڑپ تڑپ کے مری جان رہگیا

…ھے وہ مرغ خستہ مرے اضطراب کو	سینہ مین جس کے ٹوٹ کے پیکان رہگیا

نازاں تھا اپنے حسن و صفائی پہ آئینہ | صورت کو تیری دیکھ کے حیران رہگیا
ایا یہ کار بخیۂ زخم اپنے ہاتھ سے | ثابت جو کوئی تار گریبان رہگیا
دنیا سے ہم چلے گئے ناچار مصحفی | اک یادگار اپنا یہ دیوان رہگیا

ہے یہان کسکو دماغ انجمن آرائی کا | اپنے رہنے کو مکان چاہیئے تنہائی کا
باغ مین اُگتے ہین وان سے گل رعنا تک | جس جگہ سایہ پڑا تھا تری رعنائی کا
رہزن قافلۂ دل ہوئین جب وہ مژگان | پہلے اسباب لٹا صبر و شکیبائی کا
شیشۂ دل کو مرے چور کیا جو اوس نے | کیا لیا تھا مین بھلا گنبد مینائی کا
مصحفی اک غزل اس مردہ زمین مین لکھ اور | گر تجھے شعر مین دعوی ہو مسیحائی کا

جب واقف راہ و روش ناز ہوئے تم | عالم کے میان خانہ برانداز ہوئے تم
نسبت تمہین کیا تازہ نہالان چمن سے | اب نام خدا سرو سرافراز ہوئے تم
ین تم سے نہ بولو تھا کبھی اے لب بستہ | اوس بن پہ تبسم بھی اگر باز ہوئے تم
پہننے سے میان جامۂ گلدوز کے بر مین | طاؤس صفت اور بھی طناز ہوئے تم
اے مصحفی مرغان چمن رہگئے خاموش | جب باغ مین جا زمزمہ پرداز ہوئے تم

گر ابر گھرا ہوا کھڑا ہے — آنسو بھی تلا ہوا کھڑا ہے

حیران ہے کس کا جو سمندر — مدت سے رُکا ہوا کھڑا ہے

خلوت ہو کبھو تو یون کہے وہ — کوئی در سے لگا ہوا کھڑا ہے

تیرا ہی ہے انتظار اوس کو — ناقہ تو کسا ہوا کھڑا ہے

اے جان نکل کہ مصحفی کا — اسباب لدا ہوا کھڑا ہے

سچ ہے جی عشق کا بیمار برا ہوتا ہے — دل کا آزار ہی آزار بُرا ہوتا ہے

جی ہی لیجائے ہے فریاد و فغان کر کر کے — دام الفت کا گرفتار بُرا ہوتا ہے

جسنے دیکھا تجھے قبضہ پہ دھرے ہاتھ کہا — ہائے اس وضع کا خونخوار بُرا ہوتا ہے

اسکا پینا نہین مقدور ہر اک کا ساقی — عشق کا ساغر سرشار بُرا ہوتا ہے

آنکھو مارے ہی مرتا ہے مین دیکھا ہے بہت — مصحفی عاشق ناچار بُرا ہوتا ہے

بحرالمحبّت

اور

دریاے عشق

بحرالمحبت کی تالیف سے قبل میرتقی میر کی مثنوی دریاے عشق شائع ہوچکی تھی مصحفی نے اسی نمونہ کو سامنے رکھکر بحرسخن مین شناوری کی ہے، اور کمال فیاضی و فراخدلی سے میرصاحب کے حق تقدم و مرتبۂ کمال کا اعتراف کیا ہو، ابتدا مین فرماتے ہین ؎

گرچہ ہے کلک میر نادر کار ۔۔۔ تو بھی ندرت کو اپنی کر اظہار (۹)

خاتمہ پر دوبارہ کہتے ہین،

قصّہ ہے ایک اور دو نامہ ۔۔۔ جیسے اک شخص کے ہون دو جامہ (۲۵۴)

میرصاحب نے پہلے نظم کیا ۔۔۔ مین نے بعد اُنکے ریزہ پرز کیا (۲۵۵)

جیسے میرون مین شان ہی کچھ اور ۔۔۔ ہم فقیرون مین شان ہی کچھ اور (۲۵۸)

دونون کا پلاٹ ایک ہے، طرزبیان ایک ہے، وزن ایک ہے، اور چونکہ زمانۂ تالیف ایک ہے اسلیے زبان بھی قدرۃً ایک ہے، یہانتک کہ کہین کہین الفاظ بھی متحد ہوگئے ہین،

میر صاحب نے شروع کے ۲۴ شعروں میں عشق کے عام کارنامے بیان کئے ہیں مثلاً

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال — ہر جگہ اوسکی اک نئی ہے چال
دل میں جا کر کہیں تو درد ہوا — کہیں سینہ میں آہ سرد ہوا
کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا — کہیں سر میں جنون ہو کے رہا
کسو چہرہ کا رنگ زرد ہوا — کسو محمل کے آگے گرد ہوا
کبھو افغان مرغ گلشن تھا — کبھو قمری کا طوق گردن تھا

مصحفی کے ہاں بھی تمہید کے ۱۲ شعر اسی رنگ کے ہیں،

آغاز داستان میں میر صاحب اپنے ہیرو کا تعارف اس طرز و انداز سے کرتے ہیں

اک جا اک جوان خوش رعنا — لالہ رُخسار سرو بالا تھا
عشق رکھتا تھا اوسکی چھاتی گرم — دل وہ رکھتا تھا موم سے بھی نرم
شوق تھا اوسکو صورتِ خوش سے — انس رکھتا تھا وضع دلکش سے
تھا طرحدار آپ بھی لیکن — رہ نہ سکتا تھا اچھی صورت بن
دیکھتا گر کوئی وہ خوش پرکار — رہتا خمیازہ کش ہی لیل و نہار
سر میں تھا شوق، ذوق دلمیں تھا — عشق ہی اوسکے آب و گل میں تھا

مصحفی کا ہیرو بھی ٹھیک ویسا ہی عاشق مزاج و حُسن پرست ہے، (صفحہ ۱۲-۲۱)

دونون ہیرو عاشق بھی بالکل ایک ہی طریقہ سے ہوتے ہین یعنی سیر چمن سے واپسی کے بعد نگاہ ایک رہگذر مین کسی بالاخانہ پر جاتی ہے، اور طرفین کے دل فوراً بسمل ہوجاتے ہین، میر صاحب فرماتے ہین ؎

دیکھ گلشن کو ناامیدانہ　　منھ کیا ان نے جانب خانہ
ناگہ اک کوچہ سے گزار ہوا　　آفتِ تازہ سے دوچار ہوا
ایک غرفہ سے ایک مہ پارہ　　تھی طرف اوس کے گرم نظارہ
پڑ گئی اوس پہ اک نظر اوسکی　　پر نہ آئی اُسے خبر اوس کی
ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ　　صبر رخصت ہوا اک آہ کیساتھ

ٹھیک یہی کیفیت بحر المحبت کے ہیرو کو بھی پیش آئی ہے، (ش ۲۳-۲۷)

کچھ دیر کے بعد دریاے عشق کی ہیروین، اُٹھ کر چلی جاتی ہے، عاشق صاحب خاک پر لوٹنے لگتے اور خون جگر پینے لگتے ہین ؎

جھاڑ دامن کے تئین وہ مہ پارہ　　اوٹھ گئی سامنے سے یکبارہ
دل پر کرنے لگا طپیدن ناز　　رنگ چہرہ سے کر چلا پرواز
طبع نے اک جنون کیا پیدا　　اشک نے رنگ خون کیا پیدا
بستر خاک پر گرا وہ زار　　درد کا گھر ہوا دل بیمار

مصحفی نے اس کوچہ میں بھی ایک ایک قدم میر صاحب کے قائم کئے ہوئے راستہ پر اٹھایا ہے، (ش ۳۷، ۴۴)

میر صاحب اپنے ہیرو کی شوریدہ سری کی تصویر یوں کھینچتے ہیں ؎

خو ہوئی نالۂ حزین کے ساتھ | رابطہ آہِ آتشین کے ساتھ
ہونٹھ سوکھے تو خون ناب ملا | خواب اور خور دونوں کو جواب ملا
کچھ کہا گر کسو نے شفقت سے | رو دیا اوس نے ایک حسرت سے
جا کے اوس کے قریب در بیٹھا | قصد مرنے کا اپنے کر بیٹھا
دل نہ سمجھا کہ اضطراب کیا | شوق نے کام کو خراب کیا
جو کہ سمجھے تھے اس کو دیوانہ | رحم کرتے تھے آشنا بیگانہ
عاشق اس کو کسو کا جان گئے | سب بُرا اس ادا سے مان گئے

مصحفی کا ہیرو اس حیثیت سے بھی اپنے پیشرو کا گویا بالکل مثنیٰ تھا، (ش ۴۸-۵۵)

میر صاحب کے ہیرو کے عشق کا چرچا جب پھیلتا ہے، تو معشوقہ کے اہل خاندان سخت برہم ہوتے ہیں، اور عاشق کے قتل کا قصد کر بیٹھتے ہیں، لیکن عاقبت اندیشی نتائج سے ڈراتی ہے، اسلیے رائے یہ قرار پاتی ہے، کہ اسے دیوانہ قرار دے کر ہر طرح ذلیل و خوار و رسوا کیا جائے، اور زد و کوب کی سخت سے سخت سزائیں دی جائیں،

چنانچہ اس تدبیر پر پورا عمل کیا جاتا ہے، ؎

وارث اوسکے بھی بدگمان ہوئے — درپئے دشمنیٔ جان ہوئے
مشورت تھی کہ مار ہی ڈالین — دفعتہً اس بلا کو یون ٹالین
پھر یہ ٹھہری کہ ہونگے ہم بدنام — سُنکے آخر کہین گے خاص و عام
کیا گنہ تھا کہ یہ جوان مارا — کس نے مارا اسے کہان مارا
کیجئے ایک ڈھب سے اسکو تنگ — تا نہ عائد ہو اپنی جانب ننگ
تہمت خبط رکھئے اس کے سر — کیجئے سنگسار اس کو پھر
دیکھے دیوانہ اس جوان کو قرار — ہو گئے سارے درپئے آزار
ایک نے سخت کہہ کے تنگ کیا — ایک نے اُسکے زیر سنگ کیا
کی اشارت کہ کودکانِ شہر — آئے لبریزِ غصہ و پُر قہر

قریب قریب یہی سرگذشت بحر المحبت مین بھی ملے گی، (ش ۶۱-۶۹)

لیکن یہ تمام سنگساری و جفاکاری بالکل بے اثر رہی عاشق خیال یار مین محو مست تھا اُسے کسی سختی کی مطلق پروانہ تھی عشق کی شوریدگی برابر بڑھتی گئی، ؎

گرچہ ہنگامہ اوسکے سر پر تھا — لیک روئے دل اسکا اودھر تھا
گو تھا اس کے یہ خیال کے بیچ — تھا گرفتار اپنے حال کے بیچ

ہونٹھ پر حُسن کا بیان اوس کا　　　　تھا سر و سنگ آستان اوسکا

جی مین کہتا کہ آہ مشکل ہے　　　　اُس طرف ایک نگاہ مشکل ہے

بس تغافل ہوا ترحم کر　　　　گوش دل بجانب تظلم کر

کون کہتا ہے رہ نہ محوِ ساز　　　　پر نہ اتنا کہ جی سے جائے نیاز

میر صاحب نے اس داستان کو بہت پھیلا کر لکھا ہے، مصحفی اس میدان مین بھی بالکل انھین کے نقش قدم پر چلے ہین، اور حق یہ ہے کہ بعض اشعار بہت ہی خوب نکالے ہین

لڑکی والون نے جب دیکھا کہ یہ وار خالی گیا اور رسوائی روز افزون ہے، تو رائے یہ قائم کی کہ صاحبزادی کو اپنے ایک عزیز کے ہان منتقل کر دین، جنکا مکان دریا کے پار تھا، چنانچہ ایک جہان دیدہ دایہ کو ہمراہ کر کے لڑکی رخصت کر دیا، میر صاحب فرماتے ہین ؎

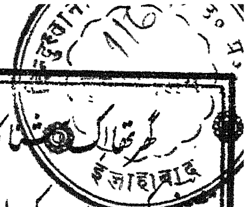
عشق بے پردہ جب فسانہ ہوا　　　　مضطرب کدخدائی خانہ ہوا

گھر مین جا بہر دفع رسوائی　　　　بیٹھ کر مشورت یہ ٹھہرائی

یان سے یہ غیرتِ مہ تابان　　　　جا کے چندے رہے کہین پنہان

شب محافہ مین کر کے اس کو سوار　　　　ساتھ دے ایک دایۂ غدّار

پار دریا کے جلد رخصت کی　　　　اس طرح فکر دفع تہمت کی



گھر تھا اک [illegible] کا مدِ نگاہ ۔۔۔ وان ہو روپوش تا یہ غیرت ماہ

مصحفی کی ہیروین کے لیے بھی بعینہ یہی تدبیر عمل مین لائی گئی، لیکن اس ٹکڑے کے بیان مین میر و مصحفی کی داستان مین کسی قدر فرق ہے، میر صاحب کے ہان خاندان والون نے لڑکی کو خاموشی کے ساتھ یک بیک رخصت کر دیا ہے، بہ خلاف اسکے مصحفی کے ہان جہان لڑکی کی رخصتی دکھائی گئی ہے، وہان لڑکی والون کی دماغی ونفسی کیفیات کی بھی پوری تشریح ملتی ہے اور یہ اضافہ مصحفی کے کمال کی دلیل ہے،

بحر المحبت کے اشعار ذیل ملاحظہ ہون ؎

وارث اس نازنین کے دیکھ یہ حال ۔۔۔ لائے سو سو طرح سے دلمین خیال (۱۱۶)

جب نہ بن آئی اور کچھ تدبیر ۔۔۔ یہی سوچے کہ اب بلا تاخیر (۱۱۷)

یان سے لیجا کے اس صنم کے تئین ۔۔۔ چندے پوشیدہ رکھین اور کہین (۱۱۸)

پار دریا کے اک ٹھکانا تھا ۔۔۔ ان کا کوئی وہان یگانہ تھا (۱۲۰)

انسے اور اون سے تھی شناسائی ۔۔۔ دوستی یکدلی و یکجائی (۱۲۱)

اتحاد و یگانگت بھی تھا ۔۔۔ اتحادِ موانست بھی تھا (۱۲۲)

شاہد مہر جب ہوا روپوش ۔۔۔ اور شب آئی ہو گلیم بدوش (۱۲۳)

ایک محافہ مین کر سوار اسے ۔۔۔ ساتھ دایہ کے بھیجا پار اوسے (۱۲۴)

کہدیا یون کہ یان یہ رشک بہار | ان دنون راتدن رہے تھی زار (۱۲۵)
خود بخود اسکے دل پہ غم تھا پُر | بے جہت متصل الم تھا پُر (۱۲۶)
دن کو بستر پہ زار رہتی تھی | شب کو اختر شمار رہتی تھی (۱۲۷)
خواب اور خور مین آگیا تھا قصور | اوس کو تبدیل مکان تھا ضرور (۱۲۸)
اسلیے ہم نے اوس کو وان بھیجا | کہ بیابان کی راس آئے ہوا (۱۲۹)

ناظرین دونون مثنویون کا مقابلہ کرکے پڑھین تو خود نظر آجائیگا کہ اس موقعہ پر مصحفی کا بیان بہت زیادہ نفسیات بشری کے مطابق ہے،

گھر سے محافہ جونہی نکل کر روانہ ہوا ہے عاشق کو بھی خبر ہوگئی ہے، اور وہ ساتھ ہو لیا ہے، میر و مصحفی دونون نے اس موقع پر جذبات عشق کی تشریح کی ہے، میر صاحب فرماتے ہین ؎

گھر سے باہر محافہ جب نکلا | اوس جوان پاس ہوکے تب نکلا
طپش دل سے ہو کے یہ آگاہ | ہو لیا ساتھ اس کے بھر کر آہ
جس سے جی کو کمال ہو الفت | جس سے دلکی درست ہو نسبت
جنبش اوسکی پلک کو گروان ہو | دل مین یان کا وش نمایان ہو
یار کو درد چشم گر ہووے | چشم عاشق لہو مین تر ہووے

مصحفی نے ان واردات قلب کی تصویر زیادہ تفصیل اور خوش اسلوبی کے ساتھ کھینچی ہے، (بحرالمحبت شعر ۱۳۲ تا ۱۶۱)

بالآخر جب طاقت ضبط نہ رہی، تو دل کے جذبات زبان پر آگئے، دریاے عشق مین ہے ؎

رفتہ رفتہ سخن ہوئے نالے — اڑنے لاگے جگر کے پرکالے
اضطراب دلی نے زور کیا — دل نے بے اختیار شور کیا
دل کے غم کو زبان پر لایا — آفتِ تازہ جان پر لایا
کاے جفا پیشہ و تغافل کیش — اک نظر سے زبان نہین کچھ بیش
منھ چھپایا ہے تونے اس پر بھی — نگہ التفات ادھر بھی

اس طرح کے بہت سے اشعار ہین مصحفی کے ہان یہ نقش ہان ذرا اور اجاگر ہوگیا ہے، (شعر ۱۶۲-۱۷۰)

دایہ ایک ہی جہان دیدہ تھی، یہ آواز سنکر وہ عاشق کو اپنے پاس بلاتی ہے، اور امید وصل دلا کر اسے اپنے ہمراہ کشتی پر بٹھا لیتی ہے، ؎

گوش زد دایہ کے ہوئے یہ سخن — تھی وہ اُستاد کار حیلہ و فن
پاس اوس کو بُلا، تسلّی کی — وعدۂ وصل سے تشفی کی

زار نالی نہ کر شکیبا ہو — عشق کا راز تا نہ رُسوا ہو

سخت دل تنگ تھی یہ غیرتِ ماہ — قطع تجھ بن نہ ہو سکی تھی راہ

بزم عشرت کریں گے باہم ساز — ہو جیو اپنی دوست کا دمساز

دیکر اس کو فریب ساتھ لیا — دلِ عاشق کو اپنے ہاتھ لیا

مصحفی کے ہاں یہی حکایت کسی قدر تفصیل کے ساتھ دہرادی گئی ہے، (ش ۱۲۳-۱۸۷)

جان باختہ عاشق، محافہ کے ہمراہ کشتی پر سوار ہو لیا، دایہ کا مقصد بہانہ سے اسکی جان لینا تھا جب کشتی وسطِ آب مین پہنچی، تو دایہ نے معشوقہ کی جوتی دریا مین پھینک دی، اور عاشق سے کہا، کہ "اگر پاس عشق و دعوی محبت ہے تو اس جوتی کو نکال لا، اور اگر جان عزیز ہے، تو خواہ مخواہ عاشقی کو کیون بدنام کیا"

میر صاحب ارشاد کرتے ہین،

بیچ دریا کے دایہ نے جا کر — کفش اس گُل کی اوسکو دکھلا کر

پھینکی پانی کی سطح پر یک بار — اور بولی کہ او جگر افگار

حیف تیری نگار کی پاپوش — موج دریا سے ہوئے ہم آغوش

غیرت عشق ہے تو لا اوسکو — چھوڑ مت یون برہنہ پا اسکو

اس طرف آپکے اوترنا ہے — اس نواحی کی سیر کرنا ہے

پاؤں اسکے جو ہیں فگار آلود — ظلم ہے ہوئیں گر غبار آلود

جس کفِ پا کو رنگ گل ہو بار — منصفی ہے کہ خار سے ہو فگار

ان پہ نرمی میں گل سے ہوں جو بڑے — آبلہ چشم کو سیاہ کرے

یہ روا ہے تو اپنے حال پہ رو — مفت ناموس عشق کو مت کھو

جی اگر تھا عزیز اسے ناکام — کیوں عبث عشق کو کیا بدنام

مصحفی نے درمیان کے بہت سے اشعار حیلۂ زنان (ش ۱۹۲-۱۹۵) جوش دریا (ش ۲۰۲-۲۱۲) وغیرہ سے متعلق اضافہ کئے ہیں، اس کے بعد دایہ کی اس چال کا ذکر کیا ہے (ش ۲۲-۲۲۳)

مصحفی نے اس موقع پر جو نکتہ بلاغت مرعی رکھا ہے، وہ خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے، دریا میں جوتی پھینکنے کے بعد میر صاحب نے دایہ کی زبان سے ایک لمبی سی تقریر نقل کر دی ہے جو آٹھ شعروں میں آئی ہے اور جس میں طرح طرح کے واسطہ دلا کر عاشق کو اوس کے نکال لانے پر اوکسایا ہے، مصحفی نے اس ساری تقریر کے بجائے اس مفہوم کو صرف تین لفظوں میں ادا کر دیا ہے،

"ہاں میاں لینا"

بلاغت کے رمز شناس جانتے ہیں کہ یہ طریق ادا اس موقع کے لیے کتنا مناسب و مؤثر ہے، طویل تقریر کے لیے اس موقع پر نہ وقت نکل سکتا تھا، اور نہ ایسے جانباز

عاشق کے لیے مطلق حاجت تھی، کہ اسے غیرت دلا کر اس کے لیے آمادہ کیا جائے'
اس کے لیے تو صرف چشم و ابرو کا اشارہ کافی ہو سکتا تھا، مصحفی نے ساری روداد
تین شعرون مین بجائے میر تقی کے گیارہ شعرون کے قلمبند کر دی ہے،

پہنچی کشتی جو بیچ مین اک بار　　ہوئی سرگرم حیلہ و غدار (ش ۲۲۰)
امتحاناً بر روئے سطح آب　　یعنی کفش اپنی کی پر تاب (ش ۲۲۱)
تھا جو منظور اوسکو جان لینا　　پھر کہا یہ کہ ہان یہان لینا (ش ۲۲۲)

میر صاحب کے عام مرتبۂ استادی مین کس کو شبہہ ہو سکتا ہے، لیکن اس موقع پر
مصحفی نے ان سے بڑھکر اپنے کمال کا ثبوت دیا ہے، بہر حال کفش کے گرتے
ہی جوان دریا مین کودا، کودتے ہی ڈوبا، اور ایسا ڈوبا کہ پھر نعش تک نہ ادھری'
میر صاحب اس غرقابی پر یون آنسو بہاتے ہین ؎

کھنچ گیا قعر کو وہ گوہر ناب　　تھی کشش عشق کی مگر تہ آب
کہتے ہین ڈوبتے اوچھلتے ہین　　ڈوبے ایسے کوئی نکلتے ہین
ڈوبے جو یان کہین وہ جا نکلے　　غرق دریائے عشق کیا نکلے

مصحفی نے یہان بھی ذرا زیادہ تفصیل سے کام لیا ہے، اور عشق کی عام قربانیون
پر نوحہ کیا ہے (ش ۲۲۴-۲۲۹)

لڑکی نے چند روز (بہ قول میر صاحب کے ایک ہفتہ) کے بعد دایہ سے کہا کہ جو باعث رسوائی تھا، وہ تو غرق ہی ہوگیا، مجھے گھر واپس لے چلو، یہاں میری طبیعت کو اور وحشت ہوتی ہے، اب گھر چلنے مین کیا مضائقہ ہے،

قصہ کوتاہ بعد یک ہفتہ　　آکے وہ رشک مہ ز خود رفتہ
کہنے لاگی کہ اب تو اے دایہ　　ہوگیا غرق وہ فسردہ مایہ
اب تو ننگ درمیان سے گیا　　آرزو مند اِس جہان سے گیا
شور فتنے تھے اس تلک سارے　　اب تو بدنامیان نہین بارے
مصلحت ہے کہ مجھکو لے چل گھر　　ایک دو دم رہینگے دریا پر

مصحفی نے اس تقریر کو زیادہ شرح و بسط کے ساتھ ادا کیا ہے، (۲۵۵ - ۲۶۰)
البتہ اس سلسلہ مین اُنکا ایک شعر کسی قدر توضیح طلب ہے، وہ فرماتے ہین کہ،

ایک دن دایہ سے کہا آکر　　مجھکو اکثر رہے ہے درد جگر　　ش ۲۵۵
گھر کو لیچل کہ جس کا تھا خطرہ　　اب تو وہ مدعیٔ جان نہ رہا　　ش ۲۵۶
کون جانے ہے وہ کدھر کو گیا　　مرگیا یا کسی نگر کو گیا　　ش ۲۵۷

لڑکی کو اس جوان کے غرق ہو جانے کا اچھی طرح علم تھا، پھر اس کا شک واشتباہ کے لہجہ مین یہ کہنا کہ خدا معلوم وہ کہان گیا، زندہ بھی ہے یا کسی شہر کو چلا گیا، حرف

یہ معنی رکھتا ہے کہ لڑکی نے اپنے تئین جوان کے انجام سے قصداً انجان بنایا، تا کہ داپہ کو ذرا بھی بدگمانی نہ پیدا ہو سکے،

داپہ اگرچہ بڑی جہاندیدہ و پختہ کار تھی، تاہم اُسکی معاملہ فہمی و زیرکی عشق کی نیرنگیون اور کارسازیون کا مقابلہ نہ کر سکی، لڑکی کی اِس خواہش کو اس نے بخوشی منظور کر لیا اور کہا بیشک اب گھر چلنا چاہیئے، سب اعزہ کا دل خوش ہو گا، میر صاحب :-

داپہ بولی کہ اے سراپا ناز | حُسن کا تیرے در پہ روئے نیاز
کون مانع ہے گھر کے چلنے کا | سدرہ کون ہے نکلنے کا
ہو محافہ مین دل خوشی سے سوار | شاد شادان کر آب سے تو گزار
دل سے اپنے پدر کے غم کم کر | مادر مہربان کو خرم کر
کر ملاقات ہمدمون سے تو | گرم بازی ہو محرمون سے تو

بحر المحبت مین بھی یہی مضمون دُہرایا گیا ہے (ش ۲۷۱-۲۷۶) اور عشق کی فریب کاریون اور سحر طرازیون کا راگ، سوز و گداز کی لے مین الاپا گیا ہے (ش ۲۷۸-۲۹۰)

غرض روانگی ہوئی، دوپہر کو کشتی وسط دریا مین پہنچی، اس وقت لڑکی ظاہری بھولے پن کے کیساتھ داپہ سے دریافت کرتی ہے، کہ ذرا بتانا تو وہ شخص کس مقام پر ڈوبا تھا؟

حرف زن یون ہوئی کہ ای دا آ — یان گرا تھا کہان وہ کم مایہ
موج سے تھا کدھر کو ہم آغوش — تھا تلاطم سے کس طرف ہم دوش
تجھکو آیا نظر کہان آکر — پھر جو ڈوبا تو کس جگہ جا کر
مجھکو دیجیو نشان اوس جا کا — مین بھی دیکھون خروش دریا کا

بحر المحبت مین اس گفتگو کے علاوہ وہ تقریر بھی درج ہے، جو پردہ نشین محبوب نے اس موقع پر زبان حال سے اپنے غرق شدہ عاشق سے کی ہے۔ (شعر ۲۰۴-۲۱۶) اور یہ اضافہ قدرۃً پُرتاثیر ہے،

دایہ اس مقام کا نشان دیتی ہے، محافہ نشین بلا تامل کود پڑتی ہے اور چشم زدن مین غرق ہو جاتی ہے ؎

سنتے ہی یہ کہان کر کر — گر پڑی قصد جان کر کر
موج ہر اک کمند شوق تھی آہ — اس کو برنگ مار سیاہ
حسن موجون مین یون نظر آوے — نور مہتاب جس سے لہرائے
کشش عشق آخر اس مہ کو — لیگئی کھینچتی ہوئی تہ کو

بحر المحبت مین اس حکایت کو بہ تغیر الفاظ نقل کر دیا ہے، شعر ۲۲۱-۲۳۲

ملاحون اور پیراکون نے بچانے کی انتہائی کوشش کی، مگر ناکام رہے، نعش

تک نہ پاسکے، دایہ سرپیٹتی ہوئی گھر آتی ہے، اعزہ حادثہ کی خبر سنتے ہین، اور سب کے سب ماتم کرتے لب دریا پہنچتے ہین ؎

کودے غواص و آشنا سارے — تا بہ مقدور دست و پا مارے

کھینچ کے آہ سب ہوئے بیتاب — نہ لگا ہاتھ وہ دُرِ نایاب

سرپٹکتی جو گھر گئی دایہ — آفتِ تازہ لے گئی دایہ

اب و عم مادر و برادر سب — خاک افشان بہ سر و نالہ بہ لب

سوئے دریا روان ہوئے گریان — آتشِ غم دل و جگر بریان

مصحفی کے اوراق ہین، اس منظر کی بھی مصوری اور زیادہ وضاحت و تاثیر کے ساتھ کیگئی ہے، (ش ۳۳۲-۳۳۹)

بالاخر دریا مین جال ڈالے گئے ہین حبیب و محبوب دونون کے جسم ایک دوسرے سے ہم آغوش نکلے ہین، اور یہی اس ٹریجڈی (افسانۂ غم) کا آخری سین ہے ؎

دام دار دن سے سب نے کام لیا — آخر اون کو اسیرِ دام کیا

نکلے باہر وے یوسے نکلے — دونون دست و بغل ہوئے نکلے

ایک کا ہاتھ ایک کی بالین — ایک کے لب کو ایک سے تسکین

جو نظر اُن کو آن کرتے تھے — ایک قالب گمان کرتے تھے

کیون نہ دشوار ہوئے انکا فصل — جان دیگر ہوا ہو جسکا وصل

مصحفی کے مرثیہ مین بھی مقطع کا بند یہی ہے اشس ۱۴۱-۲۴-۵۱-۲

تصریحات بالا سے معلوم ہوا ہو گا کہ میر و مصحفی دونون نے ایک ہی بحر مین شاعری کی ہے، میر کی افضلیت و اوّلیت تمام اردو شاعرون کے مقابلہ مین مسلّم ہے، لیکن اس مخصوص میدان مین جیسا کہ اوپر کئی بار اشارہ کیا جا چکا ہے، مصحفی کا پلہ جھکتا ہوا نظر آتا ہے، اس کا سبب خواہ یہ ہوا کہ ان کے سامنے ایک نمونہ پیشتر سے موجود تھا، اور اور نقش ثانی نقش اوّل کے مقابلہ مین آسان تر و بہتر ہوتا ہے، خواہ کچھ اور ہو، واقعہ بہرصورت یہ ہے کہ مصحفی کی مصوری مقتضاے حال سے قریب تر اور جذبات بشری کے زیادہ مطابق ثابت ہوئی،

با اینہمہ میر پھر میر ہین، اُنکے قلم سے متعدد اشعار اس قدر دل نشین اور ڈھلے ہوئے نکلے ہین، اور جنمین اس مخصوص افسانہ سے قطع نظر کر کے عام واردات قلب اس خوبی سے بیان کیئے گئے ہین کہ بے اختیار زبانون پر چڑھ گئے ہین، اور فرط قبولیت سے قریب ہے کہ ضرب المثل کے درجہ تک پہنچ جائین، مثلاً

تاثیر عشق — عشق ہی تازہ کار و تازہ خیال — ہر جگہ اسکی اک نئی ہی چال

دل مین جا کر کہین تو درد ہوا کہین سینہ مین آہ سرد ہوا

حسن کا اثر قلب عاشق پر،

تھی نظر یا کہ جی کی آفت تھی وہ نظر بھی وداع طاقت تھی
ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ صبر رخصت ہوا اک آہ کیساتھ
بیقراری نے کچھ ادائی کی تاب و طاقت نے بیوفائی کی
ہاتھ جانے لگا گریبان تک چاک کے پھیلے پاؤن دامان تک
خو ہوئی نالۂ حزین کے ساتھ رابطہ آہِ آتشین کے ساتھ

عشق کی ازلی حرمان نصیبی

کہتے ہین ڈوبتے اوچھلتے ہین ایسے ڈوبے کوئی نکلتے ہین
ڈوبے جو یان کہین وہ جا نکلے غرق دریاے عشق کیا نکلے

حسن و عشق مین مناسبت،

یار کو درد چشم گر ہوئے چشم عاشق لہو مین تر ہوئے
چاک دامن ہے وان پئے زینت یان گریبان ہے چاک گل کی صفت
وان دہن تنگ یان ہے دلتنگی حسن اور عشق مین ہے یکرنگی

مصحفی کے ہان بھی اس نوعیت کے اشعار نکل آئین گے، لیکن کمتر،

مثنوی

بحر المحبت[۱]

۱ لب زخمِ قلم ذرا وا ہو | تا کہین تجھ سے نالہ پیدا ہو

۲ ساتھ کاغذ کے عشق بازی کر | یعنی کچھ داستان طرازی کر

۳ کسی خستہ جگر کے حال کو لکھ | کسی سرو روان کی چال کو لکھ

۴ ناشکیبی کسی کی دکھلا دے | دلفریبی کسی کی لکھوا دے

۵ کہین پیچاک[۲] آہ کر تحریر | دے بنا زلف کی کہین زنجیر

۶ قصہ عشق لیلی و مجنون | گرچہ کچھ اس قدر نہ تھا مضمون

۷ تیری طرحیون[۳] سے دور کھنچا[۴] | کئی اہلِ سخن نے اسکو لکھا[۵]

۸ مبتذل عشق کا نہ ہو مضمون | عشق موزون کو پھر[۶] بھی کر موزون

---

۱ "بحر المحبت مصحفی بجواب دریاے عشق میر تقی" (ب) ۲ م "پنچاک" (الف) "پیچال" (حاشیہ الف) "پیچاک" (ب) ۳ "طرحیون" (ب) ۴ "کھچا" (ب) ۵ "کہا" (ب) ۶ "تو" (ب)

۹ گرچہ (ہے کلکِ میر نادر)[۷] کاش | تو بھی ندرت کو اپنی کر اظہار

۱۰ جن مقاموں میں[۸] رنگ کم ہے بھرا | دے ذرا اور بھی تو حسن[۹] ملا

۱۱ سطحِ کاغذ پہ کھینچ وہ تصویر | جس سے[۱۰] حیران رہیں صغیر و کبیر

۱۲ رمزِ شق القمر جتا دے تو | معجزہ اپنا ٹک دکھا دے تو

آغازِ داستانِ آن جوان[۱۲]

۱۳ ایک جا اک جوان خوش ظاہر | تھا نپٹ فنِ عشق سے ماہر

۱۴ دل پہ صدمے بہت اُٹھائے تھے | داغ پر داغ[۱۳] اس نے کھائے تھے

۱۵ اس کی نظریں چڑھی تھیں[۱۴] لاکھ نگاہ | دیکھیاں تھیں ہزار چشم سیاہ

۱۶ بہ تقاضائے عشقِ سنجیدہ | لیکن اُس پر بھی تھا وہ نادیدہ

۱۷ گر کہیں روئے خوش نظر آتا | نوکِ مژگاں تلک جگر آتا

۱۸ ہو کے ممنون[۱۵] ناشکیبیِ شوق | تھا نظر بازِ دل فریبیِ شوق

۱۹ تپشِ[۱۶] دل کو راہ تھی اس سے | چشم حیرت نگاہ تھی اس سے

---

[۷] "کلکِ مرو نادرہ" (ب) [۸] یعنی میر تقی کی مثنوی دریائے عشق درہمیں مضمون گفتہ اندا عا لا مکرر شدہ" (الف حاشیہ) [۹] "یہ" (ب) [۱۰] زنگ (ب) [۱۱] "پہ" (ب) [۱۲] ب میں عنوان غائب، خالی جگہ چھوٹی ہوئی ہے [۱۳] "گیا دہ پہ گیا و" (ب) [۱۴] "چڑھیں تھیں" (ب) [۱۵] "مجنون" (ب) [۱۶] "طپش" (ب)

گاہ گلزار کی طرف جاتا — جی کو گل پھول ساتھ بہلاتا ۲۰

گاہ کرتا نظارۂ در و بام — گاہ تھا کوچہ گردی اُسکا کام ۲۱

اژدحامِ[17] (زنان[18]) جہان ہوتا — آپ ہو کر وہان روان ہوتا ۲۲

گیا کہون ایک دن وہ خوش پُرکار — کرکے سیرِ چمن بفصلِ بہار ۲۳

گھر کو آتا تھا عشق بازانہ — گل بدستار (نوجوانانہ[19]) ۲۴

کہ کسی کوچہ مین جو جا نکلا[20] — اس کے بھی دل کا مدعا نکلا[21] ۲۵

دل تھا اس کا جو[22] عشق آمادہ — ہو گیا اک جگہ پہ دلدادہ ۲۶

یعنی اک نازنین گل رُخسار — ہوئی غرفہ مین اُس سے آکے دوچار ۲۷

اس کی آنکھ اُس پہ اسکی اس پہ پڑی — یکدگر جب بہم نگاہ لڑی ۲۸

جون یہ اس کے سماگئی جی مین — وون کچھ اسکے بھی آگئی جی مین ۲۹

دل نے جب (لگ گئے[23]) راہ پیدا کی — لب خامش نے (آہ[24]) پیدا کی ۳۰

حوصلہ خون (مژہ سے ہو کے بہا[25]) — ضبط پہ ضبط (کچھ نہ اس کا[26]) رہا ۳۱

---

۱۷ "اژدہام" (ب) . . . . ۱۸ "زمان" (الف) ۱۹ "نوجوان یا نہ" (الف) ۲۰ "ایک کوچہ میں جو جا نکلا" (ب) ۲۱ "اسکے دل کا بھی مدعا نکلا" (ب) ۲۲ "دل جو تھا اسکا" (ب) ۲۳ م "لگ گئے" (ب) ۲۴ م

۲۵ "ہو مژہ پہ بہا" (ب) ۲۶ "اسکا کچھ نہ" (ب)

آنکھیں بے اختیار بھر آئیں — پلکیں ندیاں سی کچھ نظر آئیں[۲۷]
۳۳ اشک آمائلِ نظارہ ہوئے[۲۸] — جگر و دل ہزار پارہ ہوئے
۳۴ طائرِ رنگ کر گیا پرواز — ہو گیا صعوہ صیدِ چنگلِ باز
۳۵ لب کو دندان کے ساتھ ربط ہوا — لوگ سمجھے کہ اس کو خبط ہوا
۳۶ دل کے ٹکڑے جگر کے پرکالے — آنکھوں نے اُسکے آگے لا ڈالے
۳۷ جب کہ مانند تیر خوردہ شکار — وان سے جنبش ہوئی اسے دشوار
۳۸ دیکھ اُسے رفتہ دل بصد انداز — اُٹھی غرفہ سے وہ سراپا ناز
۳۹ پہلے شعلہ سا کچھ بلند ہوا — پھر وہ غرفہ زمین (وہین[۲۹]) بند ہوا
۴۰ ورقِ غرفہ مین جو تھی تصویر — صاف غائب ہوئی وہ بدر منیر
۴۱ جون ہی نظرون سے چھپ گیا[۳۰] وہ ماہ — نظر آیا جوان کو روز سیاہ
۴۲ جان مضطر ہو تن سے جانے لگی — بیخودی مین غشی سی آنے لگی
۴۳ خشکی دوڑی جگر سے تا بہ زبان — اشک آہی گرے سرِ مژگان
۴۴ بسکہ[۳۱] حال اس گھڑی تباہ ہوا — متصل صرف[۳۲] آہ آہ ہوا
۴۵ پاسِ ناموس کا اُٹھا کھٹکا — سر کو اس آستان پہ[۳۳] دے پٹکا

---

۲۷ م، ۲۸ "اشک آمائل نظارہ ہوئے" (الف)، ۲۹ "وہین" (ب)، ۳۰ "گئی" (ب)، ۳۱ "یون جو" (ب)، ۳۲ "حرف" (ب)
۳۳ "سے" (ب)

شیشۂ دل کو چور چور کیا | پیرہن چاک کر کے دور کیا ۴۶
گئی سو بار سوئے غرفہ نگاہ | پر نہ آئی نظر وہ غیرت ماہ ۴۷
تپش[۳۴] دل نے بات ہی کھو دی | بیقراری نے گھات ہی کھو دی ۴۸
جان ہونٹوں پہ آئی آہ کے ساتھ | لو[۳۵] ہو آنے لگا نگاہ کے ساتھ ۴۹
سوزش دل دوچند ہونے لگی | سر سے آتش بلند ہونے لگی ۵۰
صبر بھاگا بدیدۂ گریان | ناشکیبی سے بندھ[۳۶] گیا پیمان ۵۱
آہ حسرت[۳۷] کا گھر بنا دلِ زار | گرم پہلو کیا بہ بستر خار ۵۲
منھ پہ ملکر کے اس گلی کی خاک | صبح آسا کیا گریبان چاک ۵۳
تب تو بلوائے خاص و عام ہوا | سر پہ اس کے اک اژدحام[۳۸] ہوا ۵۴
جان کر لوگ اس کو سودائی | بہ تبسم ہوئے تماشائی ۵۵
جس کا ناگہ ہوا ادھر سے گزار | وہ رہا دیکھ اس کو حیران وار ۵۶
تھے جو ہم بزم بزم ہشیاری | اور (جاتے تھے)[۳۹] مرگ تک یاری ۵۷
اس کی حالت تباہ دیکھ چلے | آئے ٹھہرے کھڑے ہوئے کہ چلے ۵۸

۳۴ "طپش" (ب) ۳۵ "لہو" (ب) ۳۶ "بھر" (ب) ۳۷ "حیرت" (ب)
۳۸ "اژدہام" (ب) ۳۹ ب میں غایب

۵۹ الغرض یونہی گذرے جب کئی ماہ — ہوئی اسکے بھی دل مین اسکی راہ

۶۰ اس کو بھی اک خیال رہنے لگا — جی ہی جی مین ملال رہنے لگا

۶۱ صاحب خانہ تھا زبس (کہ)[۱۲۳] غیور — دیکھ کر اُس گلی مین یہ شر و شور

۶۲ مشورت ہر کسی سے کرنے لگا — مارے غیرت کے سخت مرنے لگا

۶۳ خشم گا ہے کہے کہ مار ہی ڈال — جون بنے اس بلا کو سر سے ٹال

۶۴ لطف گا ہے کہے تا ہل[۱۲۴] کر — دیکھ ہوتا ہے کیا تامل کر

۶۵ قتلِ عاشق روا نہین ہرگز — یہ کسی نے کیا نہین ہرگز

۶۶ وہ[۱۲۵] کرے گا تو ہوئے گا بدنام — اپنے مذہب مین جو برا ہے کام

۶۷ آخرِ کار تھے جو محرم کار — ایک دن اُن کو جمع کر اک بار

۶۸ مصلحت جو ہوا کہ کیا کیجے — کچھ مجھے اس کا مشورہ دیجے[۱۲۶]

۶۹ کیونکہ سر سے ٹلے یہ رسوائی — تب انھون نے یہ بات ٹھہرائی

۷۰ یعنی اوباش کوچہ و بازار — کچھ نہ کچھ اس کو دیوین آزار

۷۱ اسپہ گو سیکڑون ستم ہوئین — پر نہ بدنام جس مین ہم ہوئین

۷۲ جب یہ ٹھہری تو کو دکان شریر — ساتھ لیکر کے اپنی جمع کثیر

---

۱۲۳ م ۱۲۴ تامل (الف) م ۱۲۵ "او" (الف) ۱۲۶ م - الف مین یہ لفظ کرم خوردہ تھا

یک بیک اس جوان پر دھائے[44] لڑکے کیا آئے اک بلا لائے
سنگساری کسی نے اُسپر کی خاکباری[45] کسی نے اُس پر کی
کوئی اس سے بتھر پیش آیا طعنہ زن کوئی تمام نیش آیا
کوئی تلوار سے ڈرانے لگا اُس پہ برچھی کوئی اُٹھانے لگا
ہاتھ کھینچا کسی نے اُس کا بزور کوئی غصہ سے آیا برسرِ شور
کوئی بولا کہ یان سے اُٹھ جا بے سانگ لایا ہے تو یہان کیا بے ۸
کچھ کسی نے کہا خشونت سے کوئی بولا جو راہِ شفقت سے ۹
اس کو دونون کی کچھ نہ تھی پروا کہ وہ زنہار آپ ہی مین نہ تھا ۰
تھا زخود رفتہ اس کی یاد کے بیچ ہو گیا تھا گُم اتحاد کے بیچ ۱
گرچہ تھا اس کے سر پہ حشر بپا پر نہ دیکھے تھا تک وہ سر کو اوٹھا ۱۲
پیش چشم اُسکے اس پری کا خیال (اور)[46] غمزے کی کافری کا خیال ۱۳
لب خامش سے گفتگو اُس ساتھ اس خرابے مین آرزو اُس ساتھ ۱۴
کبھو[47] پاؤن پر سر کو رکھ دینا کبھو چٹ چٹ بلائین لے لینا ۱۵
کبھو کہنا کہ مین ترے قربان آرزو ہے کہ جاوے[48] (میری جان)[49] ۱۶

۴۴ "دھائے" (ب) ۴۵ "خاکبازی" (ب) ۴۶ م - "آہ" (الف) ۴۷ م - الف مین یہ الفاظ کرم خوردہ تھے، ۴۸ م "کہتے" (الف) ۴۹ م، الف مین یہ الفاظ کرم خوردہ تھے،

۸۷ کبھو کہنا کہ غرفہ مین آ تو — اپنا دیدار پھر بھی دکھلا تو

۸۸ جان آنکھون مین آئی ہے میری — تو بھی بے اعتنائی ہے تیری

۸۹ گھر مین جا بیٹھتے ہین پردہ نشین — پر نہ ایسے کہ پھر نہ نکلین کہین

۹۰ پاس الفت سے شاہ رکھتے ہین — بام (و)[50] و رنگاہ رکھتے ہین

۹۱ ہاتھ غرفہ سے گر نکالتے ہین — اس سے افتادہ کو سنبھالتے ہین

۹۲ کبھو کرتے ہین بن بشکلِ پری — بسرِ صحنِ بام جلوہ گری

۹۳ کبھو روزن پہ رکھ کے چشم سیاہ — دور تک پھینکتے ہین تیر[52] نگاہ

۹۴ دیکھتے ہین کسی غریب کا حال — اور دکھاتے ہین اس کو اپنا جمال

۹۵ نہ کوئی آشنا نہ ھمدم ہے — ہے جو ہمدم[53] تو بس تیرا غم ہے

۹۶ ایک تو ہون مین زیست سے بیزار — تسپہ کھینچون ہون سیکڑون آزار

۹۷ کوئی آ کر مجھے ستاتا ہے — کوئی تیغ و تبر دکھاتا ہے

۹۸ کوئی آمادۂ ملامت ہے — کوئی نشتر زن شناعت ہے

۹۹ کوئی مجھ سے مکان چھڑاتا ہے — یار کا آستان چھڑاتا ہے

۱۰۰ کوئی کہتا ہے یہ سودائی — یان سے بہتر ہے اس کی (رسوائی)[54]

---

۵۰ م۔ "کے" (الف)؛ ۵۱ م؛ ۵۲ "چشم" (الف)؛ ۵۳ "مونس" (ب)؛ "ہمدم" (حاشیہ ب)؛ ۵۴ م۔

ایک جان اور اضطراب ہے[55] یہ — مجھ پہ دن رات اب عذاب ہے[56] یہ ۱

تو ہی[57] بتلا کہ میں کدھر جاؤں — موت آتی نہیں کہ مر جاؤں ۲

ہجر میں بسکہ جی سے تنگ[58] ہوں میں — اپنی ہستی کا اب تو ننگ ہوں میں ۳

بام پر آکے ٹک نظارہ کر — سوئے تیغ نگہ اشارہ کر ۴

کہ میرا کام بس تمام کرے — میرا قصہ ہی[59] انصرام کرے ۵

کب تلک ان اذیتوں کو سہوں — کب تلک ان مصیبتوں میں رہوں ۶

چاہ کی ہو گئی ہے پردہ دری — رہ نہ پردہ میں تو بھی رشک پری ۷

کہ نہایت تبہ ہے حال میرا — مجھ سے چھوٹا[60] نہیں خیال تیرا ۸

آہ کب تک جیا کروں غمگین — صبر کرتا پہ کیا کروں کہ نہیں ۹

رات دن اسکا جو یہ ڈھنگ رہا — کچھ نہ پھر پاس نام و ننگ رہا ۱۰

کھنچ گئی طول اُس کی رسوائی — پر نہ غرفہ میں وہ پری آئی ۱۱

قصہ مشہور ہو گیا اوس کا — نہ رہا حسن و عشق میں پردہ ۱۲

جنی افشا ہوا یہ سینہ فگار — ہے اُسی نازنین کا عاشق زار ۱۳

---

۵۵ "ہے" میں (ب) ۵۶ "کے عذاب" میں (ب) ۵۷ م "بنے" (الف) ۵۸ م۔ الف میں یہ لفظ کرم خوردہ تھا

۵۹ "بھی" (ب) ۶۰ "چھوٹتا" (ب)

۱ نت سوئے غرفہ ہے نگاہ اوسکی — برق سی (کوندتی[۶۱]) ہے آہ اوسکی

۱ منہ نہین موڑتا جفاؤن سے — ربط ہے اُسکو دل[۶۲] کی چاہون[۶۳] سے

۱ وارث اس نازنین کے دیکھ یہ چال — لائے سو سو طرح[۶۴] سے دلمین خیال

۱ (جب نہ بن آئی[۶۵]) اور کچھ تدبیر — (یہی سوچے[۶۶]) کہ اب بلا تاخیر

۱ یان سے لیجا کے اس صنم کے تئین — چندے پوشیدہ رکھین اورکہین

۱ طور پر اپنے وان یہ زیست کرے — پھر یہ دلدادہ یان جئے کہ مرے

۱ پار دریا کے اک ٹھکانا تھا — اُن کا کوئی وہان یگانا تھا

۱۱ ان سے اور اُن سے تھی شناسائی — دوستی یکدلی و یکجائی

۱۲ اعتماد یگانگت بھی تھا — اتحاد و موانست بھی تھا

۱۲۱ شاہد مہر جب ہوا روپوش — اور شب آئی ہو گلیم بدوش

۱۲۴ اک محافہ مین کر سوار اُسے — ساتھ دایہ کے بھیجا پار اُسے

۱۲۵ کہہ دیا یون کہ یان یہ رشک بہار — ان دنون (راتدن[۶۷] لُٹے تھی) زار

۱۲۶ خود بخود اس کے دل پہ غم تھا کچھ — بے جہت متصل الم تھا کچھ

[۶۱] "کودتی" (الف) [۶۲] "جی" (ب) [۶۳] "جاؤن سے" (ب) [۶۴] "کے" (ب) [۶۵] "نہ بن آئی جب" (ب) [۶۶] ...م

"تپھریہ سوچی" (ب) [۶۷] "رہتی ہے بہت ہی" (ب)

دن کو بستر پہ زار رہتی تھی ۔۔۔ شب کو اختر شمار رہتی تھی ۷
خواب اور خور مین آگیا تھا قصور ۔۔۔ اس کو تبدیل تھا مکان ضرور ۸
اسلیے ہم نے اس کو وان بھیجا ۔۔۔ کہ بیابان کی راس آئے ہوا ۹
مثل گل وا ہو اسکا غنچہ دل ۔۔۔ ٹلے چھاتی سے اُسکے غم کی سل ۰
لطف اٹھاوے ہوائے صحرا کا ۔۔۔ دیکھے واشد حباب دریا کا ۱
کر محافہ مین اس پری کو سوار ۔۔۔ لے چلی جب وہ دایۂ مکّار ۲
جون ہی باہر وہ رہگذر سے ہوا ۔۔۔ گزر اس کا جوان کے سر سے ہوا ۳
بوئے اُنس اس کو اس سے آہی گئی ۔۔۔ اس کی آنکھ اُس کی گھات پاہی گئی ۴
دل مین اُس کے قلق نے جوش کیا ۔۔۔ سر پہ بے صبری نے خروش کیا ۵
(وان سے پائے ثبات[۲۶۸]) اکھڑنے لگا ۔۔۔ متصل سر پہ ہاتھ پڑنے لگا ۶
عشق کہتا (تھا[۲۶۹]) تو نہ ٹل یان سے ۔۔۔ جذب کہتا (تھا[۲۷۰]) چل[۲۷۱] نکل یان سے ۷
(ریج[۲۷۲] ہے) وہ جو غلام الفت ہے ۔۔۔ کشف (اس[۲۷۳] کا) مقام الفت ہے ۸
دل آگہ نے دی یہ اس کو خبر ۔۔۔ کہ محافہ مین ہے وہ رشک قمر ۹

---

۲۶۸ "وہاں پائے سپات" (ب) ۲۶۹ و ۲۷۰ م - "تھے" (الف) ۲۷۱ "تو" (ب) ۲۷۲ " سمجھے"

۲۷۳ " ان کا" (ب)

اب ترا اس گلی مین کام ہے کیا — تو بھی ہمراہ ہو برنگِ صبا
جس طرف جاوے وہ اُدھر جا تو — دیکھ نادان فریب مت کھا تو
یہ سمجھ جب وہ اس کے سات ہوا — مورد (چشم التفات) ہوا
دل مین وحشت کہ کیا کہے کوئی — جی پر آفت کہ چشم خون روئی
ساتھ اُس کے یہ دردمند (اسیر) — کشش دل کی پاؤن مین زنجیر
(دایہ وحشت) سے پیش و پس نگران — پیچھے دایہ کے قطرہ زن یہ جوان
سر بزانو محافہ مین وہ پری — جون قفس مین ہو کوئی کبک دری
دل مین گھر چھوٹنے کا اس کو ملال — اور رسوائیون کا اپنی خیال
کہ یہ کیا افترا بندھا مجھ پر — زہر کھا کون مر گیا مجھ پر
میری آنکھون نے کس کو خویش کیا — میری پلکون نے کس کو ریش کیا
کس پہ خواہش سے کی نظر مین نے — چھوڑا کس کے سبب سے گھر مین نے
کس سے مین آہ ہم کلام ہوئی — کس سے نظارہ بازِ بام ہوئی
کس سے مین نے کیا پیام و سلام — کس کی الفت سے مین ہوئی بدنام

[illegible] "یون" (ب) [illegible] "خشم والتفات" (الف) [illegible] "اُن" (ب) [illegible] م الف مین یہ لفظ کرم خوردہ تھا، ب مین "سفیر" [illegible] "دل کی وحشت" (ب) [illegible] "پہ" (ب) [illegible] "کے" (ب) [illegible] "جس" (ب)،

س سے غرفہ (سے[٨١]) مین لڑائی آنکھ   کس کو روزن سے مین دکھائی آنکھ ۵۳

اک پردہ سے مین نے جھانکا کب   میری ویرانی کا ہے کچھ بھی سبب ۵۴

عجب خانمان خرابی ہے   کہ نکلنا یاین شتابی ہے ۵۵

سی صورت جوان غم دیدہ   بخیالِ محال پیچیدہ ۵۶

چشم (در راہ گز[٨٢]) برائے خدا   وے محافہ کا پردہ باد[٨٣] اٹھا ۵۷

[٨٤]یکھے تا روے ماہ پردہ نشین   جس کی خاطر مذلنشین[٨٥] یہ ہیں ۵۸

کھول دے گو نہ اس کا منھ سارا   اک جھلک کا تو ہووے نظارہ ۵۹

تھا محافہ وہ دوریوں سے کسا   اُس مین دشوار تھا گذار صبا ۶۰

نہ رہی جب کہ اس مین طاقت صبر[٨٦]   جیب پھاڑ ابرگ (حضرت[٨٧]) صبر ۶۱

ر کے نالہ بطرح[٨٨]) سوز و گداز   یون قرین محافہ دی آواز ۶۲

کاشی[٨٩] پری چہرہ اتنی روپوشی   (جی[٩٠]) سے گذرا مین ہاے خاموشی ۶۳

م "مین" (ب)، ٨٢ "وررہ کہ از" (پ)، ٨٣ "باؤ" (ب)؛ ٨٤ "دیکھوں" (ب)

"اذیتین" (ب)، ٨٦ م۔ "نہ رہا جب کہ اس مین طاقت و صبر" (الف)

"رخصت" (الف)؛ ٨٨ "دکھ کے نالہ بہ طرح" (ب)، ٩٠ "کہ" (ب)

م۔ "اس" (الف و ب)

۱۶۴ نہ تو آواز ہی سُناتی ہے — نہ تری بو ہی مجھ تک آتی ہے

۱۶۵ ہے گھٹا ٹوپ یا محافہ یہ — ٹک تو پردہ اٹھا دے غیرت مہ

۱۶۶ (کہ بھلا اک جھلک تو مین دیکھون — تیری نتھ کی ڈھلک تو مین دیکھون)[92]

۱۶۷ خوبرو کرتے ہین تغافل سب — پر نہ اتنا کہ (ہوئے[93] محض) غضب

۱۶۸ داغ ہے انتظار آنکھون مین — خون ہے (جائے یار)[94] آنکھون مین

۱۶۹ تجھکو اپنی ستم گری کی قسم — تجھکو غمزے کی کافری کی قسم

۱۷۰ قسم اپنی تجھے تغافل[95] کی — قسم اپنی تجھے تجاہل[96] کی

۱۷۱ حرف زن اپنی درد مند سے ہو — گرم اے آتش اس سپند سے ہو

۱۷۲ سُن کے دایہ یہ اُس کے طرز کلام — ہو مخاطب بالتفات تمام

۱۷۳ پاس اس کو بلا کے آہستہ — یون لگی کہنے کہ[97] ای جگر خستہ

۱۷۴ یاس کو دے جواب گھر جاوے — درد حرمان سے کہہ[98] کہ مرجاوے

۱۷۵ آہ (و)[99] نالے[100] سے کہہ کہ رخصت ہون — گرم رفتار راہ (فرقت)[101] ہون

---

۹۲ ب مین یہ پورا شعر غائب ، ۹۳ "ہو وے محض" (ب) ۹۴ "جان زار" (ب)

۹۵ "تجاہل" (ب) ۹۶ "تغافل" (ب) ۹۷ "اے" (ب) ،

۹۸ "کہو" (ب)، ۹۹ م ۔ ۱۰۰ "کو" (ب) ۱۰۱ م ۔ "فرقت" (الف ۔ ب)

کیونکہ نزدیک ہے زمانِ وصال — ہجر تھا جو[102] ہوا وہ خواب وخیال

اب کوئی دم کو (وہم و[103] نما قی) ہے — دیر منزل تلک کی باقی ہے

جب کہ منزل پدید ہوئے گی — شب تری روزِ عید ہوئے گی

(بس اب[104]) درد و غم کو جانے دے — دور دور اس صنم کو جانے دے

شب کو (مل[105] ہی) رہے گا تو اُس سے — اب کنارہ ہی خوب ہے اُس سے

کیونکہ ہے اس مین بیم بدنامی — تو چلا چل ابھی بنا کامی

اک ذرا اب تو دل کو ڈھارس دے — چل کے منزل پہ جام عشرت (زن[106] لے)

تیرے آنے سے یہ صنم ہوئی شاد — کیونکہ ملنا ترا تھا اُس کی مراد

جی سے چاہے تھی ہمرہی تیری — اس کو رستہ مین یاد تھی تیری

بارے اس کے بھی دل کی داد ملی — حق سے مانگی تھی جو مراد ملی

پیچھے پیچھے تو کیا بجا آیا — مثل سایہ (جو یون[107]) لگا آیا

غرض اس کو لگا کے باتون مین — ہوئی (وہ[108]) دشمنی کی گھاتون مین

جی مین ٹھانی کہ کچھ دغا کیجے — سر سے اس بد بلا کو وا کیجے

---

[102] "سو" (ب)، [103] "وہم باقی" (ب)، [104] "بس اب اس" (ب)، [105] "ہی مل" (ب)، [106] م۔ "پیجے" (ب)، [107] "خوان" (الف)، [108] م۔ "یہ" (ب)

کیجیے رستہ ہی مین کام اسکا — گو کہ ہے وعدہ تا بہ شام اُس کا
غافل از کار یہ ستم دیدہ — تھا جو باتون مین اس کی گرویدہ
اس کو ہرگز نہ[۱۰۹] اشتیاقِ وصال — نہ رہا کچھ فریب زن کا خیال
الحذر مکر (و[۱۱۰]) حیلۂ زن سے — خاصہ[۱۱۱] مکّار اور پُر فن سے
ہین جو دلّال پیشگان شریر[۱۱۲] — بازی کھاتا ہے انسے چرخ اثیر[۱۱۳]
زور رستم نہ چل سکے جن پر — خاکسارون[۱۱۴] کی کیا چلے ان پر
ای مذکور پر (تھا سب[۱۱۵] کو) گوش — کہ ہوا سامنے سے بحر کا جوش
آئی رخشندگیِ آب نظر — عرصہ خشکی کا رہ گیا کم تر
حاملانِ محافہ یعنے (کہار[۱۱۶]) — یون چلے جلد چون نسیم بہار
رکھ کے چالاکی طبیع (کو[۱۱۷]) دل پر — لا رکھا اس کو گرم ساحل پر
ساتھ دایہ کے وہ جوان نزار[۱۱۸] — جس طرح قافلہ کے پیچھے غبار
تھا جہان بحر پہ محافہ دھرا — قطع رہ کر کے (وان ہی آ[۱۱۹]) پہنچا

---

۱۰۹ "در" (ب) ۱۱۰ م۔ ۱۱۱ "خاص" (ب) ۱۱۲ "بتر" (الف) ۱۱۳ "ابتر" (الف) ۱۱۴ "عشق بازون" (ب)؛ ۱۱۵ "یہ تھا سب" (ب) ۱۱۶ "قہار" (الف) ۱۱۷ "اور" (الف و ب)؛

۱۱۸ "زار" (ب) ۱۱۹ "یہ بھی وان" (ب)۔

بحر کیسا کہ اژدہائے سیاہ — جس کی صورت سے خوف کھائے نگاہ

قطرہ اُس کا ہر ایک طوفان خیز — موجِ بحرِ بلا کی لنگر ریز

شکل ساحل وہاں درندہ نہنگ — عرصہ لطموں سے ہر حباب پہ تنگ

شورِ محشر سے شورِ آب قرین — صورت اُسکی تمام چین بہ جبین

صفِ ماہی وہ پر سرِ طغیان — ہر جگہ اُس مین چار موج عیان

اسمین تیرے (تھا[120]) نت پہ بیتابی — نسرِ[121] طائرِ بانِ مرغابی

غوطہ زن تھی (بہ مد و جزر[122]) نہنگ — بطِ چرخ اس مین صورتِ خرچنگ

سونس و گھڑیال اُس مین دوش بدوش — سر بسر اضطراب و جملہ خروش[123]

دامنِ محشر[124] اس کا آدھا پاٹ — کر دیا اس سے اُسکا سارا پاٹ

شکل دستِ دعا ہر ایک صدف — سر چھپائے ہو(ئے[125]) سپر مین کشف

لطمہ ساحل پہ تیغ زن ہر بار — موجِ آب اُسکی افعیٔ خونخوار

چاہ زندان تھا اس کا ہر گرداب — جس مین (ڈوبے تھے کتنے[126]) خانہ خراب

دیکھ اُن کو عبور کا مائل — کشتی اک آ لگی تہِ[127] ساحل

---

[120] م۔ [121] "نثر" (الف) [122] "بجذر ودید" (الف) [123] شعر ۲۰۳ سے ۲۰۸ تک کل اشعار ب مین غائب

[124] "حشر" (ب) [125] م [126] "ڈوبی تھی کشتی" (ب) [127] "تیر" (ب)

پیش و پس اسپ پہ سب سوار ہوئے — سب سے آگے محافہ دار ہوئے

۱ دایہ کشتی مین دیدہ[۱۲۸] باز چہ آب — اور محافہ مین وہ پری بیتاب

۲ (شورِ دریا سے اسکے دل مین بیم — غنچہ ۔ جیسے صدف مین دُرِ یتیم[۱۲۹])

۲ دور تر وہ[۱۳۰] جوان دل دادہ — جیسے تصویر ششدر استادہ

۲۱ دایہ مصروف سیرِ آب روان — ہم (زنگا فون سے[۱۳۱]) وہ پری نگران

۲۱ پہونچی کشتی جو بیچ مین اک بار — ہوئی سرگرم حیلہ وہ غدّار

۲ امتحاناً بروئے سطحِ آب — یعنی کفش اس پری کی (کی پرتاب[۱۳۲])

۲۱ تھا جو منظور اس کو جان لینا — پھر کہا یہ کہ (ہان میان لینا[۱۳۳])

۲ ہاتھ (اس کے سے کی جو کفش[۱۳۴] نے) جست — لیا موجون نے اسکو دست بدست

۲۱ ہوئی جا کر بزیرِ آب روان — خاتمِ دستِ پنجۂ مرجان

۲۲ (قعرِ دریا مین جب کہ جا پہونچی — سیپ کے سر پہ پشت پا پہونچی[۱۳۵])

۲۲ ہوکے وہ کفش تاجِ فرقِ حباب — ہوگئی پل مین گوہرِ نایاب

---

۱۲۸ "دیدہ" (ب) ۱۲۹ ب مین شعر غائب ، ۱۳۰ "کچھ" (ب) ۱۳۱ م ۔ الف مین یہ الفاظ کرم خوردہ تھے ، ۱۳۲ "کر تہِ آب" (ب) ۱۳۳ م ۔ الف مین یہ الفاظ کرم خوردہ تھے ، ۱۳۴ "سے اسکے کفش نے کیا" (ب) ۱۳۵ ب مین یہ شعر غائب ،

تھا جوان بسکہ سخت دلدادہ | ہو کے ناگہ پہ مرگ آمادہ
کفش پر کر دراز اپنا ہاتھ | آشنا یا نہ کودا ہان کے ساتھ
کودتے ہی چلا گیا تہ کو | (طے کیا)[136] عمق آب کی رہ کو
کفش کے ساتھ ہی گیا تہ آب | ہوا[137] غوّاص گوہر نایاب
گوہر جان نثار کفش کیا | نہ ذرا انتظار کفش کیا
کفش ساتھ اپنے اس کو لے ڈوبی | نہ غلط بلکہ پا کی محبوبی
نہ وہ اُچھلا نہ کفش ہی اُچھلی | عقل[138] حیران کار اُس کی ہوئی
کودے ہر چند غوطہ خور بھی واں | نہ ملا اب سے کچھ اُس[139] کا نشان
جان (دینے پہ)[140] عشق (کا[141]) ہے مدار | یہی شیوہ ہے اُس کا آخر کار
(کون عاشق[142]) ہوا کہ مر نہ گیا | کس کا چاہت کی بیچ گھر نہ گیا
کر سکے کون عاشقون کا شُمار | اس کے ہاتھون موئے پڑے ہین ہزار
قیس سے اس نے دون سلوک کیا | خون دُون کوہکن کا جا کے لیا[143]

---

[136] "پہنچا" (ب) [137] "ہو کے" (ب) [138] "خلق" (ب) [139] "اُن" (ب)

[140] "لینا پہ" (ب) [141] م۔ "کو" (الف) [142] م۔ الف مین کرم خوردہ

[143] "کیا" (ب)

238 کس کی طاقت کہ ہو بغور نگاہ | اُس کے طرز فریب (سے)[144] آگاہ
239 کرچکی دایہ جب کہ اُس کا کام | پرمشوش ہوئی وہ ماہِ تمام
240 خاطرِ دایہ گرچہ جمع ہوئی | پانی پانی وہ رشکِ شمع ہوئی
241 لیک تھا اختیار دایہ زبس | اُس کو سوجھی نہ غیر ضبطِ نفس
242 واں سے کشتی رواں ہوئی فی الفور | کہ کہیں کچھ بلا نہ آوے اور
243 لے گئی (اس صنم کو پار)[145] شتاب | رہی وحشت[146] مین اس کی چشم حباب
244 بھریں خمیازہ کھینچ کھینچ موئین | مچھلیاں غم سے ہم کنار ہوئین
245 آب نے دل ہی دل مین کھایا جوش | لب ساحل بھی رہ گیا[147] خاموش
246 گرچہ وہ حیلہ گر ہوئی خرم | کشتی والوں کو تھا پر اُس کا غم
247 یہ نہ سمجھے کہ عشقِ خانہ خراب | جمع کرتا ہے وصل کا اسباب
248 اسی صورت سے وہ بھی منہ کو چھپائے | اس پری کو بھی زیرِ آب بلائے
249 دے کے صحبت مین جام مدہوشی | دیوے (پھر رخصت ہم آغوشی)[148]
250 طرح ہو زیرِ آب صحبت[149] وصل | یون میسر ہو اُن[150] کو خلوتِ[151] وصل

---

۱۴۴ م ۱۴۵ "پار اس صنم کو" (ب)، ۱۴۶ "حیرت" (ب)، ۱۴۷ "ہوگیا" (ب) ۱۴۸ م ـ ،
۱۴۸ الف مین سب الفاظ کرم خوردہ تھے، ۱۴۹ "خلوت" (ب)، ۱۵۰ "اسکو" (ب)، ۱۵۱ "صحبت" (ب)

یہ حمائل کرے (دو[152]) دست اوس کی	چومی[153] وہ لعل سے پرست اوسکی

لب سے لب کامیاب ہو تہ آب	دوستی کا حساب ہو تہ آب

(اس کی محنت کشی کی دیوے داد	اس کی خود کامیون سے ہوے شاد)[154]

ہوکے روپوش وہ جو غیرتِ ماہ	رہی یکچند وان بحالِ تباہ

ایک دن دایہ سے کہا آکر	مجھ کو اکثر رہے ہے درد جگر

یہ مکان بھی نہ ساز وار ہوا	دل مرا یان بھی بے قرار ہوا

گھر کو لیجیل کہ جس کا تھا خطرہ	اب تو وہ مدعی جان نہ رہا

ساری اس کے سبب[155] تھی آفت	وہ نہین اب تو کیا ہے پھر تہمت

کوئی اب اُس کا دادخواہ نہین	اُسکی باتین اُسی کے ساتھ گئین[156]

کون جانے ہے وہ کدھر کو گیا	مرگیا یا کسی نگر کو گیا

اس سے اب جی مین تو نہ لاوسواس	طبع نازک کا میری پرکھ پاس

کیونکہ اب دل پہ اک اذیت ہو	درد ہے رنج ہے مصیبت ہے

(کیون ہے دل[157]) میرا یان نہین لگتا	وہی وحشت ہو اور وہی سودا

---

[152] م ۔ "وہ" (الف) [153] م "چومین" (الف و ب) [154] سے یہ شعر غائب ب [155] ... ب

[156] "رہین" (الف) [157] م ۔ الف مین کرم خوردہ

٢٦ ہے سراسیمگی وہی دُنبال — ہے (وہی)[158] زیست میری جی کا وبال

٢٦ پاؤن کہتے ہین راہِ صحرا لے — ہاتھ کہتے ہین جیب (کو آئے)[159] لے

٢٦ بے کلی ہے مُدام میرے تئین — کچھ ہوا صبح وشام میرے تئین

٢٦ سر[160] پہ کوہِ گران غم سا ہے — پہلوئے دل مین کچھ الم سا ہے

٢٠ پر نہین ہین کہ اڑکے گھر جاؤن — جی رُکا آتا ہے[161] کدھر جاؤن

٢٠ کچھ تو تدبیر میری کر تو شتاب — بیٹھی[162] جاتی ہون ورنہ مثل حباب

٢ (سفر دور کا ہے قاصد جان — تیرے صدقہ یہ (میرا)[163] کہنا مان[164])

٢ سن کے (دایہ نے یون کہا[165]) طناز — ناز پر تیرے صدقہ اہلِ نیاز

٢٠ (ہون مین آمادۂ تہیہ[166] کار — اتنی کرتی ہے مجھ سے کیون تکرار[167])

٢٠ سچ[168] ہے اب تو مٹی وہ بدنامی — اور (سرآیا زمان[169]) ناکامی

٢٠ (دل کو خوش رکھ کنارہ کر غم سے — اب ملا یا تجھے اب وغم سے[170])

---

[158] م "وہ" (الف) [159] "سودا" (ب) [160] "دل" (ب) [161] "آئے ہے" (ب) [162] "مٹی" (ب)

[163] "میری" (الف) [164] ب مین یہ شعر غائب، [165] "بولی یہ دایہ اے" (ب) [166] م "تحیہ" (الف)

[167] ب مین یہ شعر غائب، [168] "سچھ" (الف) [169] م-الف مین کرم خوردہ،

[170] ب مین یہ شعر غائب،

پوچھنے (جوتکی) سے جاتی ہو ن   تیری خاطر محافہ لاتی ہو ن

ملیو تو شاد و شادمان سے پری   کیجیو ہمد مون زہین جلوہ گری[161]

یان تو مضمون دا یہ تھا کچھ اور   عشق کا وان کنایہ تھا کچھ اور

(عشق سے عقل کب بسر آوے   (زور رنگ[162]) اسکا کیا نظر آوے[163])

۹ کون سمجھے ہے اس کی بات کوہائے   کون سمجھے ہے اُس کی گھات کوہائے

۱۰ اُس کے مخفی چلن ہین سب سے جدا   ان سے واقف نہین سوائے خدا

۱۱ (اس کی گرمی سے پای سنگ گداز   ہوئے صرف نیاز صاحب ناز[164])

۱۲ جان دو قالب کی ایک اس سے ہو   بد ہو گر یار نیک اس سے ہو

۱۳ (ہے فریبندگی (دہی[165]) اُس کی روش   نہین زلف پری مین ایسی کشش[166])

۱۴ جس کو اس نے بزیر دام لیا   اُس[167] نے ناکامیون سے کام لیا

۱۵ نہین عشاق کُش ہے یہ جلاد   اس سے معشوق بھی گئے ناشاد

۱۶ نہ بچا کو (ہکن سے تا شیر[168]) ین   ساتھ خسرو کے دی سلا شیرین

---

[161] الف مین کرم خوردہ، ب مین " سے جلوہ سری "[162] م - " ریورنگ " (الف)

[163] ب مین یہ شعر غائب، [164] ب مین یہ شعر غائب [165]، م [166] ب مین یہ شعر غائب،

[167] " نے " (ب) [168] م - الف مین کرم خوردہ ہے ۔

۲۷ مرگِ لیلیٰ کو گاہ سبقت دے — قیس کو چند روز مُہلت دے
۲۸ الغرض یان کے قافلہ مین ہمیش — حسن اور عشق دونون ہین پس پیش
۲۸ ان کو باہم جدا نہ جانے کوئی — (مطلقاً بے وفا[179]) نہ جانے کوئی
۲۹ بیوفائی وفا کا نام ہے یان — کج ادائی ادا کا نام ہے یان
۲۹ مردہ ان کا ہے زندۂ جاوید — ناامیدی ہے یان تمام اُمید
۲۹۱ ہجر مین وصل جاودانی ہے — ہجر عاشق کی زندگانی ہے
۲۹۲ حاصل اس سے کہ وا یۂ غدار — وان سے چلنے پہ جب ہوئی تیار
۲۹۴ صبح ہی (منہ کو اپنے ملتے[180]) خاک — مہر نکلا وے گریبان چاک
۲۹۵ (لے محافہ چلے وہان سے کہار[181]) — آئے دریا کے متصل اک بار
۲۹۶ لب ساحل پہ جب کہ آپہونچے — غرقہ ہو لا میری دعا پہونچے
۲۹۷ انتظار تو می کشم تہِ آب — غرقۂ بحر ہجر را دریاب
۲۹۸ (روز پہونچا تھا کچھ قریب دوپاس — کہ ہوا اس کو انتشار حواس[182][183])
۲۹۹ بیقراری جو موج مین[184] آئی — گریہ مژگان کے اوج مین[185] آئی

[179] م "مطلق بیہودہ" (الف) [180] "اپنے منہ کو مل کے" (ب) [181] م "لے محافہ وہان سے چلے کہار" (الف)

[182] م "ہواس" (الف) [183] ب مین یہ شعر غائب [184][185] "پر" (ب)

دیکھ دریا کو رو دیا اس نے — صبر اپنا ڈبو دیا اُس نے
ہوا کشتی پہ جب محافہ سوار — دایہ اُس کی جو تھی امانت دار
اس سے پوچھا کہ دایہ سچ بتلا — کس مکان (پر وہ خستہ ڈوبا تھا)[186]
کفش پھینکی تھی تو نے کس جاگہ[187] — مجکو لے چل ذرا تو اس جاگہ[188]
مین بھی دیکھوں تو وانکی شورش آب — (یہ مرادم رسم تہِ گرداب)[189]
(کفش پر میری جی دیا اس نے — یا الٰہی یہ کیا کیا اس نے)[190]
یہ ترنگ اس کے جی مین کیا آئی — کہین ہوتے ہین ایسے سودائی
کفش مین ایسی کیا کرامت تھی — کفش والی تو مین سلامت تھی
اس کی نادانی جی کھپاتی ہے — اب کوئی دم مین[191] جان جاتی ہے
پھر بدل کر زبان بناز و ادا — بولی وہ نازنین ہوا سو ہوا
دایہ موجوں کا پیچ و تاب تو دیکھ — اور یہ زنجیرۂ حباب تو دیکھ
کیا ہی جاتا ہے تیز آب رواں — ہم نے دیکھا نہ تھا کہین یہ سماں

---

۱۸۶ "تھا وہ خستہ دل ڈوبا" (ب) ۱۸۷ "جا پر" (ب)

۱۸۸ "جا پر" (ب) ۱۸۹ "آمد مروم را با گرداب" (الف) آور وہ مردم رہا بے گرداب" (ب)

۱۹۰ (ب. ۱۹۱ "کو" (ب)

آہ جاتے تو پردہ پوش تھے ہم — شرم بیگانہ سے خموش تھے ہم
اب جو پردہ ذرا اُٹھایا ہے — دل نے ذوقِ نظارہ پایا ہے
۲ دلکشا سطحِ آب کی ہے فضا[192] — سرد لگتی ہے کیا ہی جی کو ہوا
۳ کاش کشتی کھڑی کریں کوئی دم[193] — تا نکالوں (ن)[194] میں اپنے جی کا غم
۲ (دایہ غافل تھی[195]) از ادائے کلام — ہنس کے کہنے لگی کہ سیم اندام
۳ دیکھ لے اس جگہ وہ ڈوبا تھا — میں یہیں کفش تیری[196] پھینکا تھا
۳ کفش کے ساتھ ہی (ہوا وہ[197]) غرق — کفش میں اسمیں کچھ رہا تھا نہ فرق
۳۱ یہی اس کا مقام (دو[198]) منزل ہے — موج اُس کی نشان ساحل ہے
۳۲ سنتے ہی یہ سخن وہ پا بر کاب — گر پڑی اس جگہ پہ جوں سیماب
۳۲ ساتھ اپنے نہ دایہ نہ جان لی — رہِ شہر و دیار جانان لی
۳۲۱ غوطہ پانی میں متصل کھائے — حُسن نے طرفہ جلوہ دکھلائے
۳۲۳ موجیں آغوش ہو کے آ لپٹیں — لپٹیں پانو کے تا قفا لپٹیں
۳۲۴ ڈوبتے ہی بہار لایا حُسن — آب بر روئے کار لایا حُسن

---

[192] م۔ "فذا" (الف) [193] "یک" (ب) [194] م۔ "نکالو" (الف) [195] "دایۂ غافل" (ب)

[196] "تیرا" (ب) [197] "تھا وہ ہوا" (ب) [198] م۔

نظر آئے بدیدۂ حضار — گوہر تر سے اس کے دو رخسار

دیکھ اس مہ[199] کی روشنی تہ آب — ہوئیں یک بار ماہیاں بیتاب

دست رنگین جو اس کا تھا دلکش — دی لگا اس نے اور بھی آتش

مار (و)[200] کژدم کنارہ گیر ہوئے — حلقۂ زلف میں اسیر ہوئے

جذبۂ عشق ہو کے راہ نما — اس کو بھی زیر آب لے ہی گیا

الغرض زندگی سے سیر ہوئی — مردہ عاشق کو پہنچی لیک[201] موئی

مژدہ یا مردہ ہمکنار[202] ہوا — وصل دریا میں ایک بار ہوا[203]

گرچہ علم شنا کے ماہر کار — دست و پا مارتے رہے اکبار

لیکن اس کا کہیں نشان نہ ملا — لیا دریا نے اس گہر کو چھپا

دایہ مایوس واں سے گھر آئی — کہنے یہ حرف ہائے رسوائی

ماجرا تھا جو کچھ کیا اظہار — تب تو آگہ[204] ہو اس کے خویش[205] (و) تبار

پدر اور مادر اور ہمسائے — لب[206] دریا پہ (سر زناں)[207] آئے

---

[199] "مہہ" (الف) ; [200] م ; [201] م "لے کر" (الف) ; [202] "ہوئے" (الف)

[203] "ہوئے" (الف). [204] "جمع" (ب) ; [205] م ; [206] "آب" (ب)

[207] "نالہ زن" (ب).

۳۳۷ اشک ریزان کوئی کوئی نالان | کوئی (خاک ستیہ[۲۰۸]) بر و مالان

۳۳۸ کوئی دامن تلک گریبان چاک | کوئی حیران بازیٔ افلاک

۳۳۹ لب ساحل پہ ازدحام ہوا | اتنے (مین[۲۰۹]) جو تلاشِ دام ہوا

۳۴۰ دام دار آئے دام بر سر دوش | حلقہ اُن دامون کے تمام آغوش

۳۴۱ از پئے صید ماہیِ سیمین | پہنچے جاکرکے تا بقعر زمین

۳۴۲ (دام پہنچا جو زیرِ آب تلک[۲۱۰] | کیا کہون اس سے اُس گھڑی کی جھلک[۲۱۱])

۳۴۳ دو[۲۱۲] ہم آغوش دام مین نکلے | یکے[۲۱۳] اپنے وہ کام مین نکلے

۳۴۴ لب سے لب آشنائے بوسہ بذوق | ہاتھ دونون کے دو[۲۱۴] گلون کے طوق

۳۴۵ ساق با ساق پائے پیچیدہ | یکدگر عضو عضو گرویدہ

۳۴۶ (سینہ سینے کے ساتھ شیر و شکر | جس مین خالی ذرا نہ جائے نظر[۲۱۵])

۳۴۷ نظر آئے وہ دونون ماہِ منیر | جیسے اک آئینہ مین دو تصویر

۳۴۸ دیکھ اس واقعہ کو پیر (و[۲۱۶]) جوان | دیر تک وان کھڑے رہے حیران

۳۴۹ تھی جدائی بہم زبس دشوار | سب نے ناچار ہو کے آخر کار

---

۲۰۸ ج "حیران سے" (الف) ۲۰۹ م ۲۱۰ کمک (الف) ۲۱۱ ب مین یہ شعر ۳۴۶ پر ہے ۲۱۲ "وہ" (الف)

۲۱۳ د "ایک ہی" (ب) ۲۱۴ "وہ" (الف) ۲۱۵ ب مین یہ شعر غائب، ۲۱۶ م

خاک مین یا ملا دیا ان کو   آگ مین یا جلا دیا ان کو ۳۵۰

(مُصحفی بس زبان درازی بس   آفرین ہے مقام ضبط نفس ۳۵۱

مجھ سے یہ مثنوی ہوئی جو تمام   رکھا بحر المحبت اس کا نام ۳۵۲

قصہ ہے ایک اور دو نامے   جیسے اک شخص کے ہون دو جامے ۳۵۳

میر صاحب نے پہلے نظم کیا   مین نے بعد ان کے ریزو پرز کیا ۳۵۴

ایک دو ریز پر زجان افروز   ہوا نایاب جامہ گل دوز ۳۵۵

کچھ نہین ہے (مرقع)[217] تصویر   ہے مرقع وصلے لباس فقیر ۳۵۶

جیسے (میرون)[218] مین شان ہی کچھ اور   ہم فقیرون مین شان ہی کچھ اور ۳۵۷

ہے توقع کہ صاحب انصاف   مجھ کو اس گفتگو مین رکھین معاف ۳۵۸

کچھ میرے حق مین خیر و شر نہ کہین   نہ کہین بد بھی نیک گر نہ کہین)[219] ۳۵۹

تمام شد

---

۲۱۷ م ۔ "مرقعہ" (الف) ۲۱۸ م ۔ "میری" (الف)

۲۱۹ ۳۵۱ سے یہان تک کے کل اشعار ب مین غائب ہین،

فرہنگ حواشی

شعر ۱۔ تا ۔ تاکہ ، (زبان قدیم)

ش ۲۔ ساتھ کاغذ کے ۔ کاغذ سے

ش ۵۔ پیچاک ، پیچ وخم ، طرۂ زلف ،

ش ۶۔ اس قدر ، ایسا ،

ش ۷۔ طرّاحی ، بنیاد ڈالنا ، یہاں طرحداری کے معنی میں آیا ہے ،

ش ۷۔ دور کھنچا ۔ دور تک پہنچا ، بہت مشہور ہوا ،

ش ۹۔ کو ۔ کا

ش ۱۲۔ رمز جتاوے ۔ راز سمجھا دے ،

ش ۱۲۔ ٹک ، ذرا ۔ (زبانِ قدیم)

ش ۱۳۔ خوش ظاہر ۔ خوش رو ، حسین ، ع

شوق

سب کے سب خوش جمال خوش ظاہر ؛ عاشقی کے فنون سے ماہر (زہرِ عشق نواب مرزا)

ش	۱۳،	نپٹ۔	سخت۔ کامل،
ش	۱۵،	اس کی نظرین چڑھی تھین،	اس کی نظروں مین چڑھی تھین؛
ش	۱۵،	لاکھ نگاہ،	لاکھوں نگاہین،
ش	۱۵،	دیکھیان تھین	دیکھے ہوئے تھین، (زبان قدیم)
ش	۱۵،	ہزار،	ہزاروں ؛
ش	۱۵،	"چشم سیاہ"	علامت حسن وجمال ہے،
ش	۱۶،	نادیدہ	ندیدہ، حریص
ش	۱۶،	شعر مین تعقید ہے۔ "لیکن" کا تعلق مصرعۂ اولیٰ سے ہے؛ نثر مین ہوگی؛	
		"لیکن، بہ تقاضائے عشق سنجیدہ، وہ اس پر بھی نادیدہ تھا؛"	
ش	۱۷،	روئے خوش،	خوبصورت چہرہ، حسین شکل،
ش	۱۷،	تلک۔	تک (زبان قدیم)
ش	۱۹،	چشم حیرت نگاہ تھی،	چشم حیران تھی،
ش	۲۰،	گل پھول ساتھ،	گل پھول سے، گل پھول کے ساتھ
ش	۲۳،	خوش پرکار،	خوبصورت، خوش جمال، ؎

دیکھتا گر وہ کوئی خوش پرکار؛ دستِ خمیازہ کش ہی میں بہار (دریائے عشق، میر تقی میر)

ہوشیار۔ تجربہ کار۔ سادہ کے مقابل، ؎

اس قدر سادہ و پرکار کہین دیکھا ہے

بے نمود اتنا نمودار کہین دیکھا ہے (سودا)

سادگی، پرکاری بیخودی ہشیاری

حسن کو تغافل مین جرأت آزما پایا (غالب)

ش ۲۸۔ یکدگر بہم۔ بہمدیگر۔ ایک دوسرے سے،

ش ۲۹۔ جون۔ جونہی۔ جیسے ہی،

ش ۲۹۔ ووُن اسی وقت ویسے ہی۔

ش ۳۲۔ ندی۔ موجودہ زبان مین واحد وجمع دونون بالتشدید ہے، ندّی، ندّیان،

ش ۳۳۔ آحائل ہوے، آکر حائل ہوئے،

ش ۳۶۔ لاڈالے۔ لاکر ڈال دیئے،

ش ۳۹۔ دوہین۔ وہین،

ش ۴۲۔ ہو ہوکر

ش ۴۴۔ بسکہ ازبسکہ۔ بہایت درجہ۔ بیحد،

ش ۴۴۔ صرف آہ آہ۔ مصروف آہ آہ۔

ش	۴۹	لوہو	لہو۔ خون۔ (زبان قدیم)
ش	۵۱۔	بدیدۂ گریان	دیدۂ گریان کے راستہ سے،
ش	۵۳۔	مل کرکے	مل کر۔
ش	۵۶	ناگہ	ناگہان۔ اتفاقاً (زبان قدیم)
ش	۵۷	حیران وار	حیران۔
ش	۶۲۔	مارے غیرت کے سخت مرنے لگا،	سخت غیرت کے مارے مرنے لگا، مصرع میں تعقید ہے۔
ش	۶۳و۶۴	کہے۔	کہتا تھا،
ش	۶۴	جون۔	جیسے۔ جس طرح،
ش	۶۷۔	محرم کار	رازدار
ش	۶۷	جمع کر	جمع کرکے،
ش	۶۸	مصلحت جُو۔	طالب مشورہ۔
ش	۶۹۔	کیونکہ۔	کیونکر۔ کس طرح (زبان قدیم)
ش	۷۰۔	دیوین۔	دین۔ (زبان قدیم)
ش	۷۰۔	آ۔	آکر،
ش	۷۱۔	ہوئین،	ہون، (زبان قدیم)

شعر ۷۲۔ لیکرکے ۔ لیکر

ش ۷۳۔ وہائے، دھاواکیا، چڑھ دوڑے،

ش ۷۵۔ "کوئی" کا تلفظ قدیم نظم میں "کے" (ئیٔ) کے وزن پر ہوتا تھا،

ش ۷۸۔ بے۔ ابے (کلمۂ تحقیر)

ش ۸۱) کے بیچ۔ میں، (زبان قدیم)

ش ۸۲۔ ٹک۔ ذرا۔ (زبان قدیم)

ش ۸۲۔ دیکھے تھا۔ دیکھتا تھا، (زبان قدیم)

ش ۸۴۔ اُس ساتھ اس کے ساتھ (")

ش ۸۵،۸۶،۸۷۔ کبھو۔ کبھی۔ (")

ش ۸۶۔ جاوے، جائے (")

ش ۸۷۔ "بھی" زائد ہے۔

ش ۹۰ پاس الفت سے۔ بہ سبب پاس الفت،

ش ۹۱۔ بن۔ بنکر

ش ۹۳۔ بہ شکل۔ شکل

ش ۹۶ تس پہ۔ اس پر،

۹۶	کھینچون ہون ،	کھینچتا ہون ،
۱۰۰	بے جائی	جلاوطنی، علیحدگی ،
۱۰۵	انصرام کرے ،	تمام کرے ، ختم کرے ،
۱۰۹	کہ نہین ۔	کہ صبر نہین ۔ تعقید ہے ،
۱۱۳	افشا ہوا ۔	افشا ہوا کہ
۱۱۴	نت ،	ہمیشہ ، سدا ،
۱۱۶	دیکھ ،	دیکھکر ،
۱۱۶	لائے سو طرح سے خیال ،	سو سو طرح کے خیالات کرنے لگے، ہر طرح کی تدبیرین سوچنے لگے ،
۱۱۸	صنم کے تئین ،	صنم کو ۔
۱۱۹	زیست کرے ،	زندگی بسر کرے ، رہے سہے ۔
۱۲۰	ٹھکانا ۔	مقام ،
۱۲۲	ہو ۔	ہو کر
۱۲۴	کر ۔	کرکے
۱۲۵	رہے تھی ۔	رہتی تھی ۔

شعر ۷۲۔ لیکرکے ۔ لیکر

ش ۷۳۔ دہائے، دھاوا کیا، چڑھ دوڑے،

ش ۷۵۔ "کوئی" کا تلفظ قدیم نظم میں "ئے" (رئیع) کے وزن پر ہوتا تھا،

ش ۷۸۔ بے۔ ابے (کلمہ تحقیر)

ش ۸۱ کے بیچ۔ میں، (زبان قدیم)

ش ۸۲۔ ٹک۔ ذرا۔ (زبان قدیم)

ش ۸۳۔ دیکھے تھا۔ دیکھتا تھا، (زبان قدیم)

ش ۸۴۔ اُس ساتھ اس کے ساتھ (")

ش ۸۵،۸۶،۸۷۔ کبھو۔ کبھی۔ (")

ش ۸۶۔ جاوے، جائے (")

ش ۸۷۔ "بھی" زائد ہے۔

ش ۹۰ پاس الفت سے۔ بسبب پاسِ اُلفت،

ش ۹۱۔ بن۔ بنکر

ش ۹۲۔ بہ مشکل۔ مشکل

ش ۹۶۔ تس پہ۔ اس پر،

ش ۹۶- کھینچون ہون ، کھینچتا ہون ،

ش ۱۰۰، بے جائی جلا وطنی، علیحدگی ،

ش ۱۰۵- انصرام کرے ، تمام کرے، ختم کرے ،

ش ۱۰۹، کہ نہین - کہ صبر نہین - تعقید ہے ،

ش ۱۱۳- افشا ہوا - افشا ہوا کہ

ش ۱۱۴- نت ، ہمیشہ، سدا ،

ش ۱۱۶- دیکھ ، دیکھکر ،

ش ۱۱۶- لائے سو سو طرح سے خیال ، سو سو طرح کے خیالات کرنے لگے، ہر طرح کی تدبیرین سوچنے لگے ،

ش ۱۱۸- صنم کے تئین ، صنم کو -

ش ۱۱۹- زیست کرے ، زندگی بسر کرے ، رہے سہے -

ش ۱۲۰- ٹھکانا - مقام ،

ش ۱۲۳- ہو - ہو کر

ش ۱۲۳- کر - کر کے

ش ۱۲۵، رہے تھی - رہتی تھی -

ش۔ ۱۲۶۔	بے جہت۔	بے سبب۔ خود بخود۔	
ش۔ ۱۲۸۔	اس کو تبدیل تھا مکان ضرور۔	اس کے لیے تبدیلِ مکان ضروری تھی،	
ش۔ ۱۳۱۔	اٹھاوے،	اٹھائے،	
ش۔ ۱۳۲۔	کر۔	کرکے،	
ش۔ ۱۳۵۔	خروش۔	جوش وخروش،	
ش۔ ۱۴۱۔	جاوے۔	جائے	
ش۔ ۱۴۲۔	یہ سمجھ۔	یہ سمجھ کر۔	
ش۔ ۱۴۲۔	سات۔	ساتھ،	
ش۔ ۱۴۵۔	قطرہ زن۔	گرم رفتار۔ دوڑتا ہوا،	
ش۔ ۱۴۶۔	جون،	جس طرح۔	
ش۔ ۱۴۸۔	کھا۔	کھاکر،	
ش۔ ۱۴۹۔	خویش کیا۔	اپنا لیا،	
ش۔ ۱۴۹۔	ریش کیا۔	زخمی کیا،	
ش۔ ۱۵۳۔	مین لڑائی،	مین نے لڑائی۔	(زبان قدیم)
ش۔ ۱۵۳۔	مین دکھائی،	مین نے دکھائی،	(")

ش۔ ۱۵۷۔ چشم در راہ۔ چشم براہ۔ منتظر۔

ش۔ ۱۵۷۔ کز۔ کہ از۔

ش۔ ۱۵۸۔ تا۔ تاکہ۔ (زبان قدیم)

ش۔ ۱۵۹۔ ہوئے۔ ہو۔ (”)

ش۔ ۱۶۱۔ پچھاڑا۔ پچھاڑی۔

ش ۱۶۳۔ کائے۔ کہ اسے۔

ش۔ ۱۶۵۔ ”یہ“ کا تلفظ یہاں بہ فتح یا کرنا چاہیئے، تاکہ ”مَہ“ کا قافیہ ہو سکے۔

ش۔ ۱۶۵۔ ٹک۔ ذرا۔ (زبان قدیم)

ش۔ ۱۶۷۔ ہوئے۔ ہو۔

ش۔ ۱۷۱۔ حرف زن۔ ہمکلام۔ ہم سخن۔

ش۔ ۱۷۲۔ ہو۔ ہو کر۔

ش۔ ۱۷۳۔ کائے۔ کہ اسے،

ش۔ ۱۷۴۔ جاوے، جائے،

ش۔ ۱۷۷۔ کوئی دم کو کوئی دم میں، ذری دیر میں

ش۔ ۱۷۷۔ ہم وثاقی۔ وصل ملاقات۔

ش - ۱۷۷ - تلک - تک - (زبان قدیم)

ش - ۱۷۸ - ہوئیگی - ہوگی،

ش - ۱۸۴ - چاہے تھی - چاہتی تھی،

ش - ۱۸۵ - بارے - خیر -

ش ۱۸۶ - بجا آیا، درست آیا - بیشک آ -

ش ۱۸۸ - وا کیجئے - دور کیجئے - رد کیجئے،

ش - ۱۸۹ - اس کا کام کیجئے - اس کا کام تمام کیجئے -

ش - ۱۹۳ - بازی کھاتا ہے - بازی مین شکست کھاتا ہے،

ش - ۱۹۵ - سب کو گوش تھا - سب سن رہے تھے، سب اسی گفتگو مین تھے،

ش - ۱۹۸ - گرم - جلد - (بہ محاورۂ فارسی)

ش - ۲۰۰ - وان ہی - وہین،

ش - ۲۰۶ - تیرے تھا، تیرتا تھا،

ش - ۲۰۶ - نت - ہمیشہ،

ش ۲۰۶ - نسر طایر عقاب آسمانی - ایک مشہور ستارہ کا نام -

ش - ۲۰۷ - شلنگ،

ش ۔ ۲۰۷ ۔ خرچنگ ۔ برج سرطان ۔ کیکڑا ۔ گھونگھا ۔

ش ۔ ۲۰۸ ۔ "سونس و گھڑیال" ۔ متقدمین کے ہان دو ہندی لفظون کے درمیان بجائے "اور" کے "و" سے عطف لانا جائز تھا ۔

ش ۲۱۰ ۔ کشف ، کچھوا ۔

ش ۔ ۲۱۲ ۔ دیکھ دیکھ کر ۔

ش ۔ ۲۱۳ ۔ کا ۔ پہ

ش ۔ ۲۱۲ ۔ تہ ساحل ۔ لب ساحل ،

ش ۔ ۲۱۸ ۔ ہم ۔ بھی ۔ نیز ۔

ش ۲۲۰ ۔ کی پر تاب دور پھینکی ۔

ش ۔ ۲۲۵ ۔ "ہاتھ اس کے سے کی" ۔ متقدمین کے ہان یہ ترکیب نظم مین جائز تھی ، موجودہ زبان مین "ہاتھ سے اسکے کی" نظم کیا جائے گا ۔

ش ۔ ۲۲۶ ۔ بسکہ ۔ چونکہ

ش ۔ ۲۲۶ ۔ ناگہ ۔ ناگہان ۔ دفعتہً ۔

ش ۔ ۲۲۷ ۔ کر ۔ کر کے ،

ش ۔ ۲۲۸ ۔ "عُمق" یہان بہ سکون میم پڑھنا چاہیئے ، صحیح تلفظ عُمُق ، بہ ضمتین ہے ۔

ش - ۲۳۱ - مصرعۂ ثانیہ مصرعۂ اولیٰ کی تردید ہے، یعنی یہ نہیں کہ کفش اس کو لے ڈوبی بلکہ
پیر کی محبوبی نے اسے ڈبو دیا،

ش - ۲۳۲ - اُچھلا - اُچھلی - اُبھرا - اُبھری -

ش - ۲۳۳ - سے - مین -

ش - ۲۳۵ - چاہت کے بیچ - چاہت سے - چاہت کے باعث -

ش - ۲۳۶ - موئے پڑے ہین، مر چکے ہین -

ش - ۲۳۶ - ہزار - ہزارون - ہزارہا اشخاص -

ش ۲۳۷ - دون - اس طرح -

ش - ۲۳۹ - کام کر چکی - کام تمام کر چکی -

ش - ۲۴۰ - پانی پانی ہوئی، سخت شگمگین ہوئی (موجودہ محاورہ ہین، سخت شرمندہ ہوئی

ش - ۲۴۱ - زبس - ازبسکہ - چونکہ

ش - ۲۴۲ - آوے - آئے،

ش - ۲۴۴ - موئین - فنا ہو گئین -

ش - ۲۴۷ - وصل کا اسباب - وصل کے اسباب -

ش - ۲۴۹ - دیوے - دے - (زبانِ قدیم)

ش ۲۵۰- طرح ہو- بنیاد پڑے

ش - ۲۵۲- دیوے، دے - (زبان

ش - ۲۵۳- ہوئے - ہو - (")

ش - ۲۵۴- یکچند - کچھ روز-

ش - ۲۵۵- رہے ہے - رہتا ہے - (")

ش - ۲۵۶- سازدار - سازگار- موافق مزاج -

ش - ۲۵۹- ساتھ رہین - ساتھ گئین -

ش - ۲۶۰ - جانے ہے - جانتا ہے، (زبان قدیم)

ش - ۲۶۰- نگر - شہر- بستی-

ش - ۲۶۴- دُنبال - درپے-

ش - ۲۶۶- میرے تئین - مجھکو-

ش - ۲۶۶- کچھ ہوا - کچھ ہوا چاہتا ہے، کچھ ہونے کو ہے،

ش - ۲۶۷- "سا" پہلے مصرعہ مین زائد ہے،

ش - ۲۶۸- جی رُکا آتا ہے- دل گُھٹ گُھٹ کر رہتا ہے -

ش - ۲۷۵- جوتکی - جوتشی - نجومی -

ش ۔ ۲۳۱ ۔ مصرعہ ثانیہ مصرعۂ اولی کی تردید ہے، یعنی یہ نہیں کہ کفش اس کوے ڈوبی بلکہ پیر کی محبوبی نے اسے ڈبودیا،

ش ۔ ۲۳۲ ۔ اُچھلا ۔ اُچھلی ۔ اُبھرا ۔ اُبھری ۔

ش ۔ ۲۳۳ ۔ سے ۔ میں ۔

ش ۔ ۲۳۵ ۔ چاہت کے بیچ ۔ چاہت سے ۔ چاہت کے باعث ۔

ش ۔ ۲۳۶ ۔ موے پڑے ہیں، مر چکے ہیں ۔

ش ۔ ۲۳۶ ۔ ہزار ۔ ہزاروں ۔ ہزار ہا اشخاص ۔

ش ۲۳۷ ۔ دوں ۔ اس طرح ۔

ش ۔ ۲۳۹ ۔ کام کر چکی ۔ کام تمام کر چکی ۔

ش ۔ ۲۴۰ ۔ پانی پانی ہوئی، سخت غمگین ہوئی (موجودہ محاورہ میں، سخت شرمندہ ہوئی)

ش ۔ ۲۴۱ ۔ زبس ۔ ازبسکہ ۔ چونکہ

ش ۔ ۲۴۲ ۔ آوے ۔ آئے ،

ش ۔ ۲۴۴ ۔ موئیں ۔ فنا ہوگئیں ۔

ش ۔ ۲۴۵ ۔ وصل کا اسباب ۔ وصل کے اسباب ۔

ش ۔ ۲۴۹ ۔ دیوے ۔ دے ۔ (زبانِ قدیم)

ش ۲۵۰- طرح ہو- بنیاد پڑے - میسر آئے۔

ش - ۲۵۳- دیوے، دے - (زبانِ قدیم)

ش - ۲۵۳- ہووے۔ ہو- (")

ش - ۲۵۴- یکچند- کچھ روز۔

ش - ۲۵۵- رہے ہے- رہتا ہے- (")

ش - ۲۵۶- سازوار- سازگار- موافق مزاج -

ش - ۲۵۹ - ساتھ رہیں- ساتھ گئیں-

ش - ۲۶۰ - جانے ہے- جانتا ہے، (زبان قدیم)

ش - ۲۶۰- نگر- شہر- بستی-

ش - ۲۶۴- دُنبال- درپے-

ش - ۲۶۶- میرے تئیں- مجھکو-

ش - ۲۶۶- کچھ ہوا- کچھ ہوا چاہتا ہے، کچھ ہونے کو ہے،

ش - ۲۶۷- "سا" پہلے مصرعہ میں زائد ہے۔

ش - ۲۶۸- جی رُکا آتا ہے- دل گُھٹ گُھٹ کر رہتا ہے-

ش - ۲۶۵- جوتکی- جوتشی - نجومی -

ش - ۲۷۵ - تیری خاطر - تیرے لیے -

ش - ۲۷۶ - میو - ملنا -

ش - ۲۷۶ - کیجیو - کرنا -

ش - ۲۷۸ - بسرآوے - مقابلہ کرے -

ش - ۲۷۸ - آوے - آئے - (زبان قدیم)

ش - ۲۷۹ - سمجھے ہے - سمجھتا ہے،

ش - ۲۸۳ - فریبندگی - فریب

ش - ۲۸۶ - دی سلا شیرین - شیرین کو سلا دیا -

ش - ۲۸۸ - ہمیش - ہمیشہ -

ش - ۲۹۳ - حاصل اس سے - الحاصل - غرضکہ -

ش - ۲۹۴ - منھ کو - منھ پر -

ش - ۲۹۴ - ملتے خاک - خاک ملتا ہوا،

ش - ۲۹۶ - غرقہ - غریق -

ش - ۱۹۸ - روز پہنچا تھا - دن گذرا تھا - دن چڑھا تھا -

ش - ۲۹۹ - گریہ مژگان کے اوج مین آئی - آنکھون مین آنسو بھر آئے،

ش ۔ ۳۰۰۔ رو دیا اس نے ۔ وہ رو دی ۔

ش ۔ ۳۰۱۔ ہوا محافہ سوار ، محافہ رکھدیا گیا ،

ش ۔ ۳۰۲۔ مکان ۔ مقام ۔

ش ۔ ۳۰۳۔ جا گہ ۔ جگہ ۔ (زبان قدیم)

ش ۔ ۳۱۷۔ مین کفش پھینکا تھا ۔ مین نے کفش پھینکی تھی ۔

ش ۔ ۳۲۰۔ پا بہ رکاب ، آمادۂ کار ۔ مستعد ،

ش ۔ ۳۲۴۔ آب پر روئے کار لایا حُسن ۔ پانی نے حُسن کی رونق دوبالا کر دی ،

ش ۔ ۳۲۶۔ دیکھ ۔ دیکھ کر ۔

ش ۔ ۳۲۷۔ "آتش لگادی" کے بجائے موجودہ محاورہ مین "آگ لگادی" بولین گے ۔

ش ۔ ۳۳۰۔ عاشق کو ۔ عاشق تک

ش ۔ ۳۳۰۔ لیک ۔ لیکن ، (زبان قدیم)

ش ۔ ۳۳۰۔ موئی ۔ مردہ ہو کر ۔

ش ۔ ۳۳۲۔ ماہر کار ۔ ماہر ،

ش ۔ ۳۳۲۔ "اک بار دست و پا مارتے رہے" موجودہ محاورہ نہین ۔

ش ۔ ۳۳۵۔ آگہ ہو ۔ آگاہ ہو کر ۔

ش۔ ۳۳۸۔ تاک۔ تک۔ (زبانِ قدیم)

ش۔ ۳۴۱۔ جاکرکے۔ جاکر۔ "کے" زاید،

ش ۳۴۶۔ خال ذرانہ جائے نظر۔ نظرتک کے لیے جگہ خالی نہین،

ش۔ ۳۴۸۔ دیکھ دیکھ کر۔

ش۔ ۳۵۱۔ زبان درازی۔ طوالت کلام۔ زیادہ گوئی۔ (موجودہ محاورہ مین سخت کلامی و درشت گوئی کو کہتے ہین)

ش۔ ۳۵۳۔ نامے۔ رسالے۔ کتابین۔

ش۔ ۳۵۴۔ دوسرا مصرعہ غلط ہے؛ اصل کے مطابق نقل کر دیا گیا،

ش۔ ۳۵۵۔ پہلے مصرعہ کے معنی صاف نہین،

ش۔ ۳۵۶۔ ولے۔ لیکن،

ش۔ ۳۵۶۔ شعر کا مفہوم واضح نہین،

